درس ترمذی شریف

افادات: حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ
ضبط و ترتیب : مولانا مفتی عبدالمنعم حقانی
معاون مفتی دارالافتاء جامعہ حقانیہ

اسلامی معاشرہ کے لازمی خدوخال
جامع امام ترمذی کے ابواب البر والصلۃ کے درسی افادات

عام لوگوں کے ساتھ رحم دلی کا بیان

حدثنا ابن أبي عمر ثنا سفيان عن عمرو بن دينار عن ابي قابوس عن عبدالله بن عمرو قال: قال رسول الله ﷺ "الراحمون" يرحمهم الرحمٰن ارحموا من في الارض يرحكم من في السماء۔ الرحم شجنة من الرحمن فمن وصلها وصله الله ومن قطعها قطعه الله .... هذا حديث حسن صحيح

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: رحم کرنے والے جو ہیں انہیں پر رحمٰن (بے حد مہربان ذات) رحم کرے گا۔ رحم کرو تم زمین والوں پر، رحم کرے گا تم پر آسمان والا۔ رحم مشتق ہے رحمٰن سے۔ پس جس نے (رَحم) کو ملایا' اللہ تعالیٰ اس کو (اپنی رحمت) سے ملا دے گا۔ اور جس نے اس (رِحم) کو قطع کر دیا اللہ تعالیٰ اس کو (اپنی رحمت سے) قطع کر دے گا۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

ابو قابوس: یہ اسم غیر منصرف ہے کیونکہ اس میں اسباب منع صرف میں سے دو سبب عجمہ اور علمیت موجود ہیں۔ اور یہ ابو قابوس حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ کے آزاد کردہ غلام ہیں۔

الراحمون يرحمهم الرحمن: رحم کرنے والے جو ہیں ان پر بے حد مہربان (اللہ) رحم کرے گا۔ یعنی جو لوگ زمین میں رہنے والے بنی آدم' حیوانات چرندے پرندے اور تمام چیزوں سے رحمت و شفقت' احسان اور ہمدردی کا سلوک کرتے ہیں تو انہی لوگوں پر اللہ تعالیٰ جو کہ بے حد مہربان ذات ہے' رحم کرے گا' یعنی ان کو اپنے احسانات وانعامات سے نوازے گا۔

ارحموا من في الارض يرحمكم من في السماء تم زمین والوں پر رحم کرو' تم پر آسمان والا رحم کرے گا۔ پس جس طرح کہ آسمان و زمین کا فرق ہے' اسی طرح آسمان والے کا رحم و کرم بھی بندوں کے رحم و کرم کے

مقابلے میں بہت زیادہ اور وسیع وعریض ہوگا۔ یہاں بھی من فی الارض فرما کر عموم کا صیغہ استعمال کیا' علامہ ابن بطال فرماتے ہیں کہ اس سے مقصد یہ ہے کہ مخلوقات کے تمام اقسام کو شامل ہو کہ رحم کرے وہ نیک وبد انسان و حیوانات اور وحوش طیور سب پر من فی الارض میں اگر چہ لفظ "مَن" ذوی العقول کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ لیکن مراد صرف ذوی العقول یعنی انسان نہیں بلکہ غیر ذوی العقول حیوانات وحوش طیور سب مراد ہیں۔ پس لفظ "مَن" کا استعمال ذوی العقول کو غیر ذوی العقول پر تغلیب کی بناء پر ہے۔ کیونکہ زمین پر رہنے والوں انسانوں اور حیوانات چرندوں پرندوں تمام چیزوں کے ساتھ رحمت اور شفقت کا برتاؤ کرنے سے اللہ تعالیٰ خوش ہوجاتا ہے' اور اس بندے کو اپنے احسانات اور انعامات سے نوازتا ہے۔

یرحمکم من فی السماء: یرحمکم کا صیغہ جواب امر ہونے کی بناء پر مجزوم ہے' یعنی رحم کرے گا تم پر وہ جو آسمان مین ہے۔

وجود باری تعالیٰ مکان کا محتاج نہیں:

من فی السماء سے مراد اللہ تعالیٰ ہے۔ لیکن اس کا یہ مقصد نہیں ہے کہ آسمان اللہ تعالیٰ کے لئے ظرف اور مکان ہو بلکہ مقصد یہ ہے کہ آسمان چونکہ بلندی پر ہے لہذا من فی السماء اللہ تعالیٰ کے عالی شان ہونے سے کنایہ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ مکان اور جہت سے منزہ ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ خالق ہے اور قدیم ہے اور مکان مخلوق ہے اور حادث ہے اور جس وقت اللہ تعالیٰ نے مکان کو پیدا نہ کیا تھا اس وقت بھی باری تعالیٰ موجود تھا۔ پس ثابت ہوا کہ وجود باری تعالیٰ کیلئے مکان کی حاجت نہیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ مکان سے منزہ ہے۔ یا من فی السماء سے مراد فرشتے ہیں۔ یعنی وہ فرشتے جو آسمان میں رہتے ہیں۔ اس اعتبار سے مطلب یہ ہوگا کہ تم زمین والی مخلوقات پر رحم کرو۔ آسمان والی مخلوق یعنی اللہ تعالیٰ کے فرشتے تم پر رحم کریں گے۔ اور فرشتوں کے رحم کرنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اس قسم کے بندوں کے لئے رحمت اور مغفرت کی دعائیں کرتے ہیں' جیسا کہ آیت کریمہ میں ہے۔

الذین یحملون العرش ومن حوله یسبحون بحمد ربهم ویؤمنون به و یستغفرون للذین آمنوا' ربنا وسعت کل شئی رحمة وعلماً فاغفر للذین تابوا واتبعوا سبیلک وقهم عذاب الجحیم۔

ترجمہ: وہ فرشتے جو عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں اور وہ جو عرش کے اردگرد ہیں' تسبیح بیان کرتے ہیں اپنے رب کی حمد کے ساتھ اور اپنے رب پر ایمان لاتے ہیں اور بخشش طلب کرتے ہیں ان لوگوں کے لئے جو ایمان لائے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب تیری رحمت' اور علم ہر چیز کو وسیع ہے۔ پس تو بخش ان لوگوں کو جو توبہ کرتے ہیں اور تیرے دین (کے راستے) پر چلتے ہیں اور بچاؤ! ان کو عذاب جہنم سے۔ الرحم شجنه من الرحمن۔ شجنة اصل

میں درخت کی جڑوں یا شاخوں کو کہا جاتا ہے۔ جو کہ ایک دوسرے میں داخل ہوں اور ایک دوسرے کے ساتھ خلط ملط ہو کر گچھا بن جاتے ہیں اور حاصل معنی یہ ہیں کہ رِحـم مـادر ایک ایسی قرابت ہے مختلف شاخوں والی جو کہ ایک دوسری سے ملی جلی ہیں اور ایک دوسرے سے خلط ملط ہیں اور بہت مشقت اور کوشش کے بغیر ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوتیں گویا فطرتاً اللہ تعالیٰ نے اس میں جوڑ رکھی ہے توڑ کو قبول نہیں کرتا۔

من الرحمن یعنی اس قرابت کا نام (رحم) رحمٰن کے نام سے ماخوذ ہے۔ یعنی ان دونوں کے نام کا مادہ اشتقاق ایک ہے، پس اس کو رحمٰن سے تعلق ہے، کیونکہ رحم اور رحمٰن دونوں (رحمت) سے ماخوذ ہیں۔ اس وجہ سے جو شخص رحم کو قطع کرتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے منقطع ہو جاتا ہے اس لئے آخر میں فرمایا۔ فمن وصلها وصله الله، ومن قطعها قطعه الله ۔ پس جس نے اس قرابت (رحم) کو ملا دیا اللہ تعالیٰ اس کو اپنی رحمت سے ملا دے گا۔ اور جس نے اس کو قطع کر دیا، اللہ تعالیٰ اس کو اپنی رحمت سے قطع کر دے گا۔

باب ماجاء فی النصیحة

خیرخواہی کا بیان

حدثنا بُندار ثنا صفوان بن عيسى عن محمد بن عجلان عن القعقاع بن حكيم عن أبي صالح عن ابي هريرةؓ قال قال رسول الله ﷺ: الدين النصيحة ثلاث مرار قالوا يارسول الله لمن؟ قال لله ولكتابه ولأئمة المسلمين وعامتهم هذا حديث حسن صحيح۔ وفي الباب عن ابن عمر وتميم الداري وجرير وحكيم بن أبي يزيد عن ابيه وثوبان۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''دین خیر خواہی ہے'' تین مرتبہ یہ الفاظ دہرائے۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا: یارسول اللہ خیر خواہی کس لئے؟ فرمایا: اللہ تعالیٰ کے لئے اور اللہ تعالیٰ کی کتاب (قرآن) کے لئے، اور مسلم حکمرانوں کے لئے اور عام مسلمانوں کے لئے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے اور اس باب میں حضرت ابن عمر، تمیم داری، جریر بن عبداللہ حکیم ابن ابی یزید اپنے باپ سے اور حضرت ثوبانؓ سے روایات آئی ہیں۔

<u>نصیحت کیا ہے؟</u>

نصیحت ایک لفظ ہے جو کہ ان الفاظ اور کلمات کے لئے بولا جاتا ہے جن کے کہنے سے منصوح لہ کے لئے خیر کا ارادہ رکھا جاتا ہو، اور اس معنی کی ادائیگی کے لئے لفظ نصیحت کے علاوہ کلام عربی میں کوئی ایک کلمہ اور ایک لفظ ایسا نہیں

مل سکتا جو اس پورے معنی کو ادا کر سکے۔ اور نصیحت اور نُصح کا معنی اصل میں خلوص ہے۔ نیز کہا جاتا ہے' یہ لفظ "نصح الرجل ثوبہ" سے ماخوذ ہے۔ یعنی اس شخص نے پھٹے ہوئے کپڑے سی دیئے تو گویا ناصح (نصیحت کرنے والے) کا یہ فعل جو کہ وہ منصوح لہ (جس کی خیر خواہی کی جاتی ہے) کے صلاح اور خیر کا فکر کر رہا ہے' اس کی تشبیہ دی گئی ہے۔ پھٹے ہوئے کپڑوں کو سی دینے سے' یعنی جس طرح کہ کپڑے کو سینے سے اس کا عیب اور فساد دور ہو جاتا ہے اور اس کی حالت درست ہو جاتی ہے' اسی طرح ناصح بھی منصوح لہ کے خیر اور صلاح کی کوشش کرتا ہے۔ اور عیب اور نقص سے اس کو بچانے کی فکر کر رہا ہے۔ اور اس کے حاصل معنیٰ کو ہم خیر خواہی سے تعبیر کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے لئے خیر خواہی:

اللہ تعالیٰ کے لئے خیر خواہی کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا' اور اللہ تعالیٰ سے کسی قسم کا شرک نہ کرنا' کمال اور جلال کی کل صفات کو اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت کرنا' اور عیب اور نقصان کی تمام صفات سے اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرنا۔ اللہ تعالیٰ کے لئے محبت کرنا اور اللہ تعالیٰ کے لئے دشمنی کرنا۔ اللہ تعالیٰ کے تابعداروں سے دوستی کرنا اور اس کے نافرمانوں سے دشمنی کرنا اور اس کے ساتھ کفر کرنے والوں سے جہاد کرنا۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنا اور تمام احکامات میں اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرنا۔

اور حدیث میں جو خیر خواہی اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کی گئی ہے حقیقت میں یہ بندہ کی طرف راجع ہے کہ یہ درحقیقت خود اپنے نفس کی خیر خواہی ہے اور اس خیر خواہی کا سارا فائدہ خود اس ناصح کو ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ہر ناصح کی خیر خواہی سے بے پرواہ ہے۔

قرآن کریم کی خیر خواہی:

اللہ تعالیٰ کی کتاب کی خیر خواہی یہ ہے کہ یہ ایمان رکھے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اسے اپنے پیغمبر محمد رسول اللہ ﷺ پر نازل فرمایا ہے۔ اور کوئی بھی اس طرح کلام پیش کرنے پر قدرت نہیں رکھتا۔ نیز اس کی تعظیم کرنا اور اس کی تلاوت کا حق ادا کرنا اور قرآن کریم کے حروف کو صحیح ادا کرنا اور حسنِ قرأت کرنا۔ اور محرفین کی غلط تاویلات کو قرآن کریم سے دور کرنا۔ قرآن کریم میں مذکور تمام احکامات کی تصدیق کرنا۔ قرآن کریم کے احکامات کا علم حاصل کرنا اور اس پر عمل کرنا۔ علوم قرآن کی نشر و اشاعت کرنا اور اس کی طرف لوگوں کو دعوت دینا وغیرہ۔

رسول اللہ ﷺ کی خیر خواہی:

ترمذی کی اس حدیث میں اگرچہ رسول اللہ ﷺ کی خیر خواہی کا ذکر نہیں' لیکن امام ترمذی نے اس باب میں حضرت تمیم داری کی روایت کا بھی حوالہ دیا ہے اور تمیم داری کی روایت مسلم وغیرہ نے روایت کی ہے' اور اس روایت میں

"ولرسولہ" کا اضافہ بھی ہے۔ اس وجہ سے مناسب ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی خیر خواہی سے متعلق بھی چند جملے کہے جائیں: پس رسول اللہ ﷺ کی خیر خواہی یہ ہے کہ آپ ﷺ کی رسالت کی تصدیق ہو جائے۔ جو کچھ بھی آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کی طرف سے لائے ہیں ان سب پر ایمان لانا۔ آپ ﷺ کے دشمنوں سے دشمنی کرنا۔ آپ ﷺ کے دوستوں سے دوستی کرنا۔ آپ ﷺ کی تعظیم وتکریم کرنا۔ آپ کے طریقوں اور سنتوں کو زندہ کرنا۔ آپ کی دعوت کو پھیلانا۔ آپ کی لائی ہوئی شریعت کی نشر واشاعت کرنا۔ آپ ﷺ کے اخلاق سے آراستہ ہونا۔ آپ ﷺ کے اصحاب اور اہل بیت سے محبت کرنا۔ آپ کی سنتوں کو چھوڑ کر بدعات نکالنے والوں سے اور آپ کے صحابہ کی شان میں گستاخی کرنے والوں سے کنارہ کشی اختیار کرنا وغیرہ چیزیں آپ ﷺ کی خیر خواہی کا حصہ ہے۔

مسلم حکمرانوں کی خیر خواہی:

مسلم حکمرانوں کی خیر خواہی یہ ہے کہ حق کی باتوں میں ان کی معاونت کرنا اور حق میں ان کی اطاعت اور فرمانبرداری کرنا' اور ادب اور نرمی کے ساتھ ان کو حق بات کی طرف ترغیب اور تنبیہ دینا۔ اور علامہ خطابیؒ فرماتے ہیں کہ ان کی خیر خواہی میں سے یہ بھی ہے کہ ان کے پیچھے نماز پڑھو' ان کی معیت میں جہاد کرو' ان کو صدقات اور زکوٰۃ ادا کرو۔ اور اگر ان کی طرف کوئی ظلم یا سوء معاشرت ظاہر ہو جائے تو ان کے خلاف تلوار اٹھا کر ان پر خروج نہ کرو۔ اور ان کی جھوٹی مدح سرائی کر کے ان پر ان کا معاملہ برباد نہ کرو۔ اور ان کے لئے صلاح کی دعا کرو۔ نیز اولوالامر کی تعظیم اور ان کا ادب واحترام لازم ہے۔ اور ہر وہ کام جو کہ اللہ تعالیٰ کی معصیت نہ ہو اس میں مسلم حکمرانوں کی اطاعت کرنا لازم ہے۔

اسلام میں اپوزیشن کا تصور نہیں ہے:

جمہوری طرز حکومت (جو کہ فی الحقیقت اسلام اور مذہب کے خلاف وضع ہوئی ہے) اس میں پارلیمنٹ کا ایک حصہ' اپوزیشن' حزب اختلاف ہوا کرتا ہے۔ اس کا بنیادی مقصد یہ ہوتا ہے کہ وہ حزب اقتدار کی ہر اس بات کو ٹکرا کر رد کر دے جو کہ حزب اختلاف کے سیاسی مقاصد کے خلاف ہو' بلکہ بسا اوقات صرف نام ونمود اور عوام میں شہرت حاصل کرنے کے لئے یا حکومت کو تنگ کرنے اور ان کے لئے مشکلات پیدا کرنے کے لئے حکومت کے فیصلوں کے خلاف شور شرابا کرتے ہیں۔ جلسے جلوس نکالتے ہیں' حکومت اور حکمرانوں کے خلاف توہین آمیز نعرے لگاتے ہیں۔ اور اگر اس سلسلے میں پولیس اور انتظامیہ کی طرف سے مزاحمت کا سامنا کرنا پڑے تو مار پیٹ پکڑ دھکڑ اور قید وبند کی تمام تکالیف کو برداشت کرنے پر فخر کیا جاتا ہے۔ اور گویا جمہوریت کی ترقی کا راز انہی چیزوں میں مضمر ہے۔ حالانکہ یہ تمام چیزیں شریعت مقدسہ میں ممنوع اور ناجائز ہیں پس جس طرح کہ مغربی جمہوریت میں حکمران کا طرز انتخاب ہی غلط ہے اور اسلامی اصول کے خلاف ہے اسی طرح اپوزیشن کا تصور بھی سراسر اسلامی تعلیمات کے خلاف اور غلط ہے۔

اسلام کا نظام حکومت:

اسلام کے صحیح اجتماعی نظام کی شکل یہ ہے کہ حکومت شورائیت پر مبنی امارت وخلافت کی صورت میں قائم ہو اور پورے عالم اسلام ایک ہی امیر کو منتخب کر کے اس کی امارت کو قبول کرے اور یہی امیر تمام مسلمانانِ عالم کے لئے واجب الاطاعت ہو۔ قرون مشہو دلھا بالخیر میں یہی صورت قائم تھی۔ اور جب تک یہ نظام برقرار تھا امت مسلمہ کو ساری دنیا کی قیادت کا مقام حاصل رہا۔ اسلام کی عملی بالادستی قائم رہی' لیکن جب کہ مسلمانوں کی عملی اور نظریاتی پستی کی وجہ سے اور طاغوتی قوتوں کی سازشوں سے نظام خلافت درہم برہم ہو گیا۔ اس وقت سے مسلمانوں کا تنزل شروع ہوا اور مسلمانوں میں گروہ بندی' فرقہ واریت اور انتشار جڑ پکڑ گئی۔ افتراق اور لامرکزیت کی وجہ سے امت کا شیرازہ بکھر گیا۔ اور پھر مغربی جمہوریت نے' جسے مسلمانوں نے لاشعوری طور پر مفید سمجھ کر خوشی سے قبول کر لیا ہے' اس گروہ بندی اور فرقہ واریت کو مسلمانوں کے اندر خوب مستحکم کر دیا۔ اور اسی جمہوریت کے ثمرات یہ ہیں کہ نہ تو حکمران اور ارباب اقتدار لوگوں نے رعیت کا حق پہچانا اور نہ عوام نے حکمران کا' حکمران طبقہ' انتقامی سیاست کا رویہ اختیار کرتا ہے۔ اور پارٹی کے مفادات کو سامنے رکھ کر حکومت چلاتا ہے۔ مفاد پرستی اور اقرباء پروری کر کے جماعت المسلمین سے خیانت کا مرتکب ہوتا ہے۔ اور حزب اقتدار سے وابستہ لوگ ہر جائز و ناجائز میں حکمرانوں کی ہاں میں ہاں ملا دیتے ہیں اور اللہ کی صریح نافرمانی میں بھی پوری فراخدلی سے ان کا ساتھ دیتے ہیں۔ اور دوسری طرف حزب اختلاف حکومت کے جائز فیصلوں سے بھی اپنے مفادات یا خواہشات کے خلاف سمجھ کر حکم عدولی کرتا ہے۔

اس کے برعکس اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ ایک مرتبہ جب کوئی شخص امیر اور حکمران قرار پائے خواہ جبر وتغلب سے کیوں نہ ہو' تمام رعیت پر اب اس کا حکم ماننا لازم ہے۔ اس میں حزب اقتدار اور حزب اختلاف کا فرق نہیں ہاں اگر حکمران اللہ تعالیٰ کی معصیت کا حکم کرے تو کسی کے لئے بھی اس کا ماننا جائز نہیں۔ لاطاعة لمخلوق في معصية الخالق" (الحدیث) یعنی اللہ کی نافرمانی میں کسی بھی مخلوق کی اطاعت جائز نہیں اور علماء وصلحاء کی یہ بھی ذمہ داری ہے کہ حکمرانوں کو خوف والٰہی یاد دلائیں اور لطف ونرمی سے انہیں تنبیہ کریں اور ظلم ومعصیت سے ان کو باز رکھنے کی کوشش کرے۔ اور موقع کی مناسبت سے ان کے سامنے کلمہ حق کہنے سے بھی جھجک محسوس نہ کرے۔ کیونکہ یہ بہترین جہاد ہے۔

عامة المسلمین کی خیر خواہی: عام مسلمانوں کی خیر خواہی یہ ہے کہ ان کی خیر اور صلاح کی طرف ان کی رہنمائی کرے۔ مسلمانوں کے جان و مال وآبرو کی حفاظت کرے' جو چیز اپنے لئے پسند کرتا ہو وہ ان کے لئے بھی پسند کرے۔ ان کو بھلائی کا حکم دے اور برائی سے ان کو روکے۔ ان کے ظالم کو ظلم سے روکے اور ان کے مظلوم کی مدد کر کے مظلومیت سے بچائے۔

حدثنا محمد بن بشار ثنا یحییٰ ابن سعید عن اسماعیل بن ابی خالد عن قیس بن ابی حازم عن جریر بن عبداللہ قال: بایعت النبی ﷺ علی أقام الصلوۃ و إیتاء الزکوۃ و النصح لکل مسلم۔ ھذا حدیث حسن صحیح

ترجمہ: حضرت جریر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی ہے' نماز کی پابندی سے ادائیگی پر زکوٰۃ ادا کرنے پر' اور ہر مسلمان کے لئے خیر خواہی کرنے پر۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

علی اقامۃ الصلوۃ اس اِقامہ کے آخر سے تاء اضافت کے وقت تطویل کی وجہ سے حذف کی گئی ہے۔

اقامۃ الصلوۃ سے مراد پابندی اوقات کے ساتھ ساتھ تمام شروط اور آداب کالحاظ رکھتے ہوئے نماز ادا کرنا ہے۔

بیعت: صحابہ کرامؓ سے جناب نبی کریم ﷺ کا مختلف احکام میں بیعت لینا ثابت ہے۔ مثلاً ایمان لانے پر بیعت لینا' جہاد کرنے پر بیعت' نیز نماز کی پابندی' زکوٰۃ کی ادائیگی' ترک منکرات پر اور ہر مسلمان کے ساتھ خیر خواہی وغیرہ کے امور پر بیعت لینا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ بزرگان دین میں اصلاح نفس کے لئے کسی متبع سنت اور عالم شریعت شیخ کامل سے بیعت کرنے کا جو سلسلہ چلا آ رہا ہے یہ مشروع اور مستحسن ہے' بلکہ اصلاح نفس کے لئے ضروری ہے۔ لیکن جاہل اور گمراہ پیروں سے بچنا لازم ہے کہ وہ اصلاح کی بجائے مریدوں کو گمراہی میں مبتلا کر دیتے ہیں۔

ایک نصیحت آموز واقعہ:

اس حدیث کے ذیل میں محدثین حضرات نے راوی حدیث کا ایک عجیب واقعہ ذکر کیا ہے کہ حدیث کے راوی حضرت جریر بن عبداللہؓ نے ایک مرتبہ اپنے غلام کو گھوڑا خریدنے کے لئے بازار بھیجا۔ غلام نے تین سو دراہم میں ایک عمدہ گھوڑا خریدا۔ اور اس گھوڑے کے مالک (بائع) کو حضرت جریر بن عبداللہؓ کے پاس لے آیا تاکہ آپؓ اس کو گھوڑے کی قیمت ادا کر دیں۔ جب وہ حاضر ہوئے تو جریر بن عبداللہؓ نے اس شخص سے کہا کہ تیرے گھوڑے کی قیمت تین سو دراہم سے زیادہ ہے۔ آپ راضی ہیں اس پر کہ میں تم سے یہ گھوڑا چار سو دراہم پر خریدوں؟ اس نے کہا کہ یہ تو آپ کی طرف سے احسان ہوگا' پھر انہوں نے کہا کہ یہ گھوڑا اس سے بھی زیادہ قیمت کا ہے۔ میں اس کو پانچ سو دراہم پر خریدوں گا۔ اسی طرح سو سو دراہم کا اضافہ کرتا رہا اور وہ صاحب اس پر راضی ہوتا رہا' یہاں تک کہ آٹھ سو دراہم تک پہنچ گیا اور گھوڑے کا مالک اس پر راضی ہو گیا۔ تو آٹھ سو دراہم ادا کر کے گھوڑا خریدا۔ جب آپ سے پوچھا گیا کہ تو نے ایسا کیوں کیا (کہ مالک کی مرضی سے گھوڑا تین سو پر مل رہا تھا اور آپ نے خود اس پر پانچ سو درہم کا اضافہ کر کے آٹھ سو دراہم پر خرید لیا؟) تو آپؓ نے جواب میں فرمایا: انی بایعت رسول اللہ ﷺ علی النصح لکل مسلم یعنی میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہر مسلمان کے لئے خیر خواہی کرنے پر بیعت کی ہے۔

سلسلہ خطبات جمعہ

شیخ الحدیث حضرت مولانا حافظ انوار الحق صاحب
ضبط وترتیب : حافظ محمد سلمان الحق انوار حقانی
مدرس دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

فکرِ آخرت

اس طرح نیک اور صالح ہم نشین سے تعلق ومحبت کی بنا پر جو رشتہ ومیل جول ہے یا تو فیض اور دنیوی واخروی فوز وفلاح کا کوئی ذریعہ اس سے ہاتھ آجائے گا' اگر یہ نہ ہوسکا تو کیا یہ ہی کم ہے کہ جو لمحہ وساعت اس کی صحبت میں سکون وطمانیت کا ملا اس کا حصول کہیں اور ممکن نہ تھا' یہی حالت بدکار سے محبت اور تعلق کا ہے کہ بدکار کی ہم نشینی اور تعلق میں اول تو دین ودنیا کا خسارہ وتباہی میں واقع کرنے کا خطرہ ہے' بدکار سے محبت حصول سعادت کی صلاحیت واستعداد کو سلب کردیتا ہے اور اگر آدمی اپنے آپ کو عزم وارادہ کا پکا سمجھ کر بدکردار سے دوستی کی پینگیں بڑھائے تو اس کی صحبت میں کم از کم اتنا تو ضرور ہوگا کہ زندگی کے قیمتی لمحات جو کہ اللہ کی رضا وخوشنودی میں صرف ہوسکتے تھے' وہی لمحات دل ودماغ کی پراگندگی اور لاحاصل صحبت کی ناخوشگواری میں صرف ہوگئے اور پھر یہ رشتہ وتعلق صرف دنیا میں کارگر یا مضر نہ ہوگا بلکہ روز حشر وقیامت بھی یہی محبت ورشتہ حضورؐ کے ارشاد المرء مع من احب قائم رہے گا اگر یہاں ایک آدمی کا تعلق اٹھنا بیٹھنا صلحا' علماء اور دیندار اشخاص کے ساتھ ہے تو روز حشر بھی انہی کے ساتھ اٹھنا نصیب ہوگا' اور اگر تعلق ومحبت بدکاروں فساق وفجار سے دنیا میں رہا تو روز قیامت ان کی رفاقت میں حاضری ہوگی۔

اپنا آئینہ اپنا چہرہ: اب آئیے اپنی طرف کہ ہماری دوستی اور دشمنی کا معیار کیا ہے' ہمارے تعلق جوڑنے اور توڑنے کا دارومدار ذاتی مفادات پر مبنی ہے اگر کسی نے تقریب میں دعوت دی خواہ غیر شرعی تقریب کیوں نہ ہو دعوت دینے والے رشتہ سے باہر بلکہ بالکل اجنبی ہی کیوں نہ ہو اس پر اپنا سب کچھ قربان کرنے کے لئے تیار ہیں' اور اگر رشتہ میں سب سے قریبی عزیز نے کسی موقعہ پر غلطی سے بھی یاد نہ کیا تو اس سے صلہ رحمی ومروت کے تمام رشتے کاٹ کر دشمنی پر آمادہ ہوجاتے ہیں'۔ بدقسمتی سے آج بیشتر مسلمانوں میں یہ ہمت اور جرأت ہی نہیں کہ وہ اپنی محبت اور عداوت کی بنیاد دین پر استوار کردیں' ذاتی مفاد اور اپنے جھوٹے انا کی تسکین کے لئے تو ہم میں غیرت اور طاقت بھی بے پناہ ہے ہر کسی سے دشمنی بھی مول لینے کے لئے تیار ہیں' اور اگر اللہ تعالیٰ اس کے رسول ﷺ وقرآن اور شریعت کی تنقیص وتوہین کی جائے سرِ عام شعائر دین کا مذاق اڑایا جائے ہم میں پھر غیرت نام کی کوئی چیز ہی نہیں ہوتی۔ خلاصہ یہ کہ اللہ کی رضا کے لئے کسی سے محبت وتعلق اور اسی ذات برحق کی خوشنودی کے لئے بغض بھی وہ کارنامہ ہے کہ اسی جذبہ سے محبت وبغض رکھنے والا

شخص بھی قیامت کے پُر آشوب دن اللہ کے سایہ رحمت کے نیچے مقام وسکون پائے گا۔ حالانکہ ایک مسلمان کے کامل مسلمان ہونے اور مومن کے کامل مومن ہونے کی نشانی یہ ہے کہ وہ حضورؐ کے اس ارشاد پر سختی سے کاربند ہو کہ:

عن ابی سعید خدری قال قال رسول ﷺ من رأی منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ وان لم یستطع فبلسانہ وان لم یستطع فبقلبہ وذالک اضعف الایمان۔ (رواۃ مسلمؒ والترمذی) ''نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو شخص کسی ناجائز کام کو ہوتے ہوئے دیکھے اگر اس پر قدرت ہو کہ اس کو ہاتھ سے بند کردے تو اس کو بند کردے اگر اتنی قدرت نہ ہو تو زبان سے اس پر انکار کردے اگر اتنی بھی قدرت نہ ہو تو دل سے اس کو برا سمجھے اور یہ ایمان کا بہت کم درجہ ہے۔''

اس ارشاد کی روشنی میں اپنے آپ پر نظر ڈالتے ہیں کہ کتنے آدمی ہم میں سے ایسے ہیں کہ کسی ناجائز کام کو ہوتے ہوئے دیکھ کر ہاتھ سے روک دیتے ہیں' یا صرف زبان سے اس کی برائی اور ناجائز ہونے کا اظہار کرتے ہیں' یا کم از کم ایمان کے اس کم تر درجہ کے موافق دل ہی سے اس کو برا سمجھتے ہیں اور اس سے تعلق توڑتے ہیں یا اس سے دوستی کو مزید مستحکم کرنے کے لئے تگ ودو کر رہے ہیں۔

گھر کی فکر: مسلمانوں کی تباہی اور روز افزوں بربادی ورسوئی کی وجوہ یہی ہیں کہ ہر شخص اپنے گھر کے لوگوں کو اپنے زیر کفالت اولاد اور ماتحتوں کو ایک لمحہ کے لئے بھی اس نظر سے نہیں دیکھتا کہ کتنے واضح معاصی وبدکاریوں میں وہ لوگ مبتلا ہیں اور کوئی بھی اپنی ذاتی وجاہت اور اثر سے ان کو روکنے کی کوشش نہیں کرتا اور نہ ان کے ساتھ محبت وربط میں کمی آنے دیتا ہے' اور نہ دل میں کسی وقت یہ خطرہ وخوف محسوس ہوتا ہے کہ میرا یہ پیارا احکم الحاکمین کی نافرمانی کرکے کیا کر رہا ہے۔ بے شمار لوگ اپنے جگر گوشوں سے اس وجہ سے تو ناراض رہتے ہیں کہ نکٹو ہے گھر پر پڑا رہتا ہے۔ ملازمت کی طرف توجہ نہیں کاروبار پر دھیان نہیں دیتا مگر ایسے لوگ بہت کم ملیں گے جو بچے سے اس لئے ناراض وقطع تعلق کرے کہ نماز نہیں پڑھتا۔ احکام الٰہی کی بجا آوری میں سست رہے۔

جب کہ ہمارا کوئی لمحہ معاصی کے منحوس سایوں سے خالی نہیں رہتا جس سے یقیناً گناہ کرنے والا اللہ کے نزدیک بے قدر وذلیل ہو جاتا ہے اور جب خالق کے نزدیک خوار وذلیل ہو گیا تو ارشاد ربانی ومن یھن اللہ فمالہ من مکرم کے مطابق مخلوق میں بھی اس کی عزت نہیں رہتی۔

جب خدا کے خوف سے آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑیں: اب اللہ کو راضی اور اپنے کو اللہ اور مخلوق کی نظروں میں ذلت وپستی سے بچانے کا علاج خود ہی اللہ ورسول ﷺ نے بتا دیا کہ اس کے حضور طلب مغفرت کے لئے توبہ اور رونے کا نسخہ آزمایا جائے یہ وہ نسخہ ہے کہ جس کے بارہ میں سید الکائنات ﷺ کا ارشاد ہے:

عن عبداللہ ابن مسعود قال قال رسول اللہ ﷺ ما من عبدمومن

يخرج من عينيه دموع وان كان مثل راس الذباب من خشية الله ثم يصيب شيا من حروجهه الا حرمه الله على النار (رواہ ابن ماجہ)

''حضرت عبداللہ ابن مسعود سے ارشاد ہے کہ حضورؐ نے فرمایا ہر وہ مومن جس کی آنکھوں سے خدا کے خوف میں آنسو نکلیں اگر وہ آنسو مکھی کے سر کے برابر یعنی بہت معمولی مقدار میں کیوں نہ ہوں' اور پھر وہ آنسو بہہ کر اس کے خوبصورت چہرے پر پہنچیں تو اللہ تعالیٰ اس پر دوزخ کی آگ حرام کردے گا۔''

اپنے بیکار اور جھوٹے شہوات نفس کی تسکین کے لئے گناہوں کے پہاڑ' مصائب اور کلفتوں کو اپنے سر لینے کے بعد اس کے کفارہ اور دھونے کا جو گر اللہ نے بتایا اس کا یہ معاملہ بھی دنیاوی مالکوں و آقاؤں سے بالکل مختلف ہے یہاں کے اکثر آقا اپنے زیرِ عتاب لوگوں کو سرے سے معافی ہی نہیں دیتے اگر کوئی نرم دل معافی کا متمنی ہو بھی تو سزا وعتاب ولعن وطعن کے بعد درگزر سے نوازتا ہے' مگر اللہ کی شان کریمانہ ورحیمانہ تو دیکھئے کہ اس کے حضور خلوت میں آہ وزاری کے چند قطرے بہانے سے گناہ دھل کر عفو ودرگزر کی نعمت سے نوازا جاتا ہے' اور پھر ان چند قطروں کی اللہ کے ہاں جو اہمیت ہے۔ اسے نبی امی نے اپنے قول زرین میں واضح فرمایا ہے۔

عن ابى امامه عن النبى ﷺ قال ليس شئى احب الى الله من قطرتين قطرة دموع من خشية الله و قطرة' دم يهراق فى سبيل الله ۔ (رواہ الترمذی)

''حضرت ابوامامہ حضورؐ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا خدا کے نزدیک دو قطروں سے زیادہ محبوب کوئی اور چیز نہیں ایک تو خدا کے خوف سے بہایا ہوا آنسوؤں کا قطرہ دوسرا خون ہے جو خدا کی راہ میں بہایا گیا ہو۔

<u>تنہائیوں میں خدا کو یاد کرنے والے:</u> ورجل ذكر الله خاليا ففاضت عيناه

ترجمہ: ''وہ شخص جو اللہ کا ذکر تنہائی میں کرے اور اس کے آنسو بہنے لگیں۔''

جنت کا حاصل کرنا اور اس کی طرف دوڑنا یہ ہے کہ خدا اور اس کے رسول ﷺ کی رضا وخوشنودی کو تمام امور پر مقدم رکھا جائے' برائی کا راستہ چھوڑ کر اطاعت وعبادت کے راستے پر چلا جائے' اور اگر زندگی میں فطرت بشری کے مقتضیٰ اور ہوس ونفس امارہ بالسوء کی ترغیب وتحریص پر اطاعت وعبادت کا راستہ چھوڑ کر منکرات کا ارتکاب کیا جائے تو فوراً غفور الرحیم کی درگاہ میں استغفار وطلب عفو کا راستہ اختیار کر کے ابدی عذاب سے نجات حاصل کی جائے' دنیا کے مجازی مالک ومحسن کی معمولی نافرمانی پر اس کے خوف واذیت کے موہوم تصور سے نافرمانی کرنے والے کو اس وقت تک سکون میسر نہیں ہوتا جب تک اپنے مولیٰ واحسان کرنے والے کی رضا حاصل نہیں کرتا' تو حقیقی مالک الملک اور رب العالمین جس کے انعامات واحسانات کی کوئی حد ہی نہیں۔ عمرِ انسانی کا کوئی ایسا لمحہ ہی نہیں جو انعامات ربانی کے بغیر صحیح و سالم گزر سکے اور پھر ہمارے اکثر وبیشتر اعمال ایسے ہوتے ہیں جو کہ احکم الحاکمین کے حکم اور رضا کے برعکس اپنی

خواہشات اور شیطانی قوتوں کے تابع ہوتے ہیں جس کی وجہ سے ہم ہر وقت حق تعالیٰ کے غیض وغضب اور عذاب کے مستحق رہ کر اس ذات برحق کی ناراضگی کو دعوت دیتے ہیں اور اس کی خفگی کو اپنے اوپر یقینی عذاب واذیت کی صورت میں از خود مسلط کر رہے ہیں۔ حالانکہ دنیاوی مجازی مالک ومحسن کے عذاب کے مقابلہ میں حقیقی مالک وخالق جل جلالہ کا عذاب ومواخذہ ایسا ہے اگر اس کا حقیقی ادراک جیسے کہ ختم الرسل صاحب نے فرمایا ہے کیا جائے تو اپنے دنیاوی آسائشوں کو بھول جاؤ گے۔ عن ابی ذرؓ قال قال النبی صلعم واللہ لو تعلمون ما اعلم لضحکتم قلیلاً ولبکیتم کثیر اوماتلذذتم بالنساء علی الفرشات ولخرجتم الی الصعدات تجارون الی اللہ. ترجمہ: ''ابوذرؓ کہتے ہیں کہ حضورؐ نے فرمایا کہ خدا کی قسم ہے اگر تم اس چیز کو جان لو جس کو میں جانتا ہوں تو یقیناً تم بہت کم ہنسو اور زیادہ رونے لگو اور بستر پر اپنی عورتوں سے لذت حاصل کرنا چھوڑ دو اور یقیناً تم خدا سے فریاد کرتے ہوئے جنگلوں کی طرف نکل جاؤ گے۔''

جیسا کہ رنج اٹھانے والوں اور ہموم سے پریشان وتنگ آجانے والوں کا شیوہ ہوتا ہے کہ وہ گھروں سے مجنونانہ انداز میں نکل کر جنگل وصحرا میں دل کا بوجھ کم کرنے کے لئے گھومتے ہیں۔ پس وہ شخص بھی ان خوش قسمت مسلمانوں میں شامل ہے جن کو حق تعالیٰ اپنی رحمت کے سایہ میں ایسے دن جگہ عطا فرمائے جس دن اس کے سایہ کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا جو تنہائی میں اللہ کا ذکر کر کے اسکی آنکھوں سے آنسو بہنے لگیں۔ آنکھوں سے آنسو بہنے کا یہ مطلب نہیں کہ اپنے کسی دنیاوی نفع ونقصان کو پیش نظر رکھ کر رویا جائے بلکہ دیدہ دانستہ اپنے معاصی اور گناہوں کو یاد کر کے رونے لگے اور یا غلبہ شوق میں بے اختیار آنکھوں سے آنسو نکلیں ایسے آدمی کو روز محشر کے سخت دن سایہ رحمت کے نیچے جگہ ملنے کی وجہ شاید یہ ہے کہ ایک اسمیں اخلاص کا وصف پایا جاتا ہے کہ تنہائی میں یادِ اللہ میں مشغول ہے دوسری وجہ یہ کہ اللہ کے عذاب کا خوف یا اللہ سے حصولِ جنت کا شوق دونوں میں رونا آتا ہے۔

ثابت بنانیؒ کا ارشاد: علماء نے ثابت بنانیؒ کی روایت سے ایک بزرگ کا مقولہ نقل کیا ہے کہ وہ بزرگ فرماتے ہیں مجھے معلوم ہو جاتا ہے کہ میری کون سی دعا قبول ہوئی، لوگوں نے پوچھا کس طرح معلوم ہو جاتا ہے، فرمانے لگے کہ جس دعا میں بدن کے بال کھڑے ہو جاتے ہیں اور دل دھڑکنے لگتا ہے اور آنکھوں سے آنسو بہنے لگتے ہیں وہ دعا قبول ہوتی ہے۔ سید الکائنات ﷺ کی نظر میں اللہ کے حضور گڑگڑانے، آہ وزاری اور رونے کی اتنی اہمیت کہ حضرت عائشہؓ اور دیگر تو راۃ سے مروی ہیں کہ حضرت ﷺ کئی دفعہ پوری پوری رات نماز اور دعا میں رو رو کر مصروف عبادات رہتے یہاں تک کہ قدم مبارک سوجھ جاتے اور مبارک آنکھوں سے بہتے ہوئے آنسو پورے چہرہ وداڑھی کو تر کر دیتے۔ رونے کی اسی فضیلت واہمیت کے پیش نظر آقائے نامدار ﷺ نے بھی اپنی امت کو اسی پر عمل پیرا ہونے کی تلقین فرمائی۔ .... (جاری ہے)

علامہ شاہ بلیغ الدین، کینیڈا

حضرت ابوطلحہ انصاریؓ

مسلمان اور مشرکینِ عرب ایک دوسرے سے گتھے ہوئے تھے۔ جیت صاف مسلمانوں کی تھی، اتنے میں میدان جنگ کا نقشہ بدلا، مسلمانوں کی فوج کا وہ حصہ جو حضرت عبداللہ بن جبیرؓ کے تحت تھا اپنی جگہ سے ہٹا، مجاہدِ اعظم ﷺ نے اسے پہاڑی راستے پر حفاظت کیلئے کھڑا کیا تھا، ان لوگوں نے سوچا اب جنگ ختم ہوچکی ہے تو اپنی جگہ چھوڑ کر میدان جنگ کے بیچ میں چلے جائیں جہاں مالِ غنیمت جمع کیا جارہا تھا اور مالِ غنیمت جمع کرنے میں ہاتھ بٹائیں۔

کافروں کے ایک دستے نے دیکھا کہ حفاظتی دستہ اپنی جگہ پر نہیں ہے، تو گھوم کر وہاں پہنچے اور اس حصہ کو گھیرے میں لے جہاں حضور اکرم ﷺ کھڑے اپنی فوجوں کو لڑا رہے تھے، یہ جنگ کا وہ نازک لمحہ تھا جب بازی ادھر یا ادھر ہوسکتی تھی، کافروں کا حملہ شدید سے شدید تر ہوتا گیا، مسلمان اس وقت میدان جنگ میں پھیلے ہوئے تھے اور حضور ﷺ کے قریب بہت کم لوگ رہ گئے تھے، لیکن یہی جاںنثار اپنی جگہ ڈٹ گئے اپنے نبی کے آگے سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن کر سپر ہوگئے، کانٹے کی لڑائی ہورہی تھی، کافر بڑھے چلے آرہے تھے اور مسلمان انہیں روک رہے تھے، کبھی کبھی رسالتِ پناہ ﷺ سر اٹھا کر یہ منظر دیکھ لیتے تھے، اس وقت ایک آواز سنائی دیتی...... میری جان آپ کی جان پر قربان اور میرا چہرہ آپ کے چہرہ مبارک پر نثار! اور پھر اللہ کا وہ سپاہی جس کی آواز تھی اپنے پیمبر کے لئے ڈھال بن جاتا، اس دن ایک دو نہیں تین کمانیں اس کے ہاتھوں میں ٹوٹیں، تیر تھے کہ دشمن کے لئے موت کا پیام لے کر ان کی چٹکی سے نکلتے، اس روز حملہ آوروں کا منہ پھیر دینے میں اس مجاہد کا بڑا ہاتھ تھا۔ یہ مجاہد حضرت ابوطلحہ انصاریؓ تھے، دوسری بیعت عقبہ کے نقیب، بنوخزرج کے رئیس، خاندان نجار کی آبرو، حضرت ام سلیمؓ کے شوہر اور حضرت انسؓ بن مالک کے سرپرست! مہاجرین اور انصار میں بھائی چارہ ہوا تو حضرت ابوعبیدہ بن الجراحؓ آپ کے بھائی بنائے گئے۔ وہ ان لوگوں میں سے ایک تھے جنہیں جنت کی بشارت دی گئی تھی! حضرت طلحہؓ کے مقام کا اس سے اندازہ ہوسکتا ہے۔

احد کی لڑائی کے بعد ان کا بایاں ہاتھ زندگی بھر کے لئے بیکار ہوگیا تھا، یہی ہاتھ تھا جس پر وہ ان تیروں کی بارش روک رہے تھے، جو رسالت پناہ ﷺ پر ہورہی تھی، یہ ہاتھ مسلمانوں کے لئے بڑا مقدس ہاتھ تھا جس نے میدانِ احد میں تاریخ کا دھارا موڑ دیا۔ ابوطلحہؓ کی عمر اس وقت چوبیس پچیس سال کی تھی، اوسط قد تھا، سانولی رنگت، مدینے میں ان کا بڑا مرتبہ تھا، رسالت مآب ﷺ آپ کے گھر جاتے، کھانے کا وقت ہوتا اور کوئی چیز کھانے کے لئے پیش کی جاتی تو خوشی سے کھاتے، کبھی دوپہر میں ان کے گھر کو رونق بخشتے تو تھوڑی دیر کے لئے قیلولہ بھی کرلیا کرتے تھے، حضرت ام

سلیم رشتہ میں آنحضرت ﷺ کی خالہ ہوتی تھیں' رشتہ دور کا سہی لیکن حضور اکرم ان کا بڑا لحاظ فرماتے تھے' انہی کی وجہ سے حضرت انسؓ کو بارگاہ نبوی کا خادم بننے کی سعادت حاصل ہوئی۔

رسالت پناہ ﷺ کی ذات سے حضرت ابوطلحہؓ کو بے پناہ عقیدت تھی' خود حضورِ اکرم ﷺ بھی آپ کا بہت خیال رکھتے تھے' تمام لڑائیوں میں وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہتے تھے' سفر میں انکا اونٹ حضور اکرم ﷺ کی سواری سے سب سے زیادہ قریب ہوا کرتا تھا' گھر میں جب بھی کوئی چیز آتی تو حضرت ابوطلحہؓ آنحضرت ﷺ کے لئے ضرور تحفہ بھیجتے' کبھی کبھی تو بہت معمولی چیزیں بھیجی جاتیں' خرگوش کی ایک ران' تھوڑے سے خرمے غرض جو کچھ بھی ہوتا حضور اکرم ﷺ بڑی خوشی سے ان کی نذر قبول فرمالیتے' قدر افزائی کا یہ حال تھا کہ اللہ کے رسول حج کے لئے تشریف لے گئے اور منیٰ میں بال ترشوائے تو داہنی طرف کے بال تو کئی لوگوں میں تقسیم فرمائے لیکن بائیں طرف کے تمام موئے مبارک حضرت ابوطلحہؓ کو عنایت ہوئے' اس امتیاز پر کوئی ان کی خوشی دیکھتا! معلوم ہوتا تھا دو عالم کی دولت ان کے حصے میں آئی تھی۔

جب عبداللہ بن ابی طلحہؓ پیدا ہوئے تو حضور اکرم ﷺ نے کھجور چبا کر نومولود کو چٹائی اور نام رکھا' ہجرت کے بعد پیدا ہونے والے بچوں میں سب سے پہلے یہ شرف حضرت حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو حاصل ہوا' جو حضرت ابوبکر صدیقؓ کے نواسے تھے۔

انہی عبداللہ سے حضرت ابوطلحہؓ کی اولاد پھیلی اور بھی لڑکے ہوئے لیکن وہ بچپن ہی میں مر گئے۔ دوسرے لڑکے حضرت اسحاق تھے جن کے لڑکے مشہور محدث گزرے ہیں۔

مسجدِ نبوی کے بالکل سامنے ایک جگہ تھی بیرحا' یہاں حضرت ابوطلحہؓ کی کچھ زمین تھی' بڑی زرخیز اور شاداب زمین تھی! اس میں ایک کنواں تھا' مدینے کا مشہور کنواں' نہایت میٹھا پانی تھا' اس میں سے ایک خاص مہک آتی تھی' رسالتِ پناہ ﷺ اسی کنویں کا پانی پیا کرتے تھے اور بہت شوق سے پیتے تھے' جب حکم آیا کہ: لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون یعنی جب تک اس میں سے خرچ نہ کرو جو تم کو بہت زیادہ عزیز ہے تو نیکی کو نہیں پاسکتے .... تو سب صحابہ کرام نے اور بالخصوص انصار کے بڑے آدمیوں نے جو جس کے پاس تھا راہ خدا میں وقف کر دیا' حضرت ابوطلحہؓ نے بھی وہ زمین اور کنواں وقف کرنا چاہا' آنحضرت ﷺ نے سنا تو بہت خوش ہوئے فرمایا۔ اسے اپنے عزیزوں میں تقسیم کردو!

ایک وہ دور تھا کہ ابوطلحہؓ کی شراب کی محفلیں مدینے سے باہر بھی مشہور تھیں' یا اسلام لانے کے بعد ایک ایسا دور بھی آیا کہ جو کچھ تھا راہ خدا میں لٹا چکے تھے' فقر و فاقے میں زندگی بسر ہونے لگی' ایک مرتبہ حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر تھا کہ ایک مسافر آیا' اس کے ٹھہرنے کا کہیں انتظام نہیں ہو رہا تھا' ارشاد نبویؐ ہوا کہ اسے جو مہمان رکھے گا خدا اس

پر رحم کرے گا۔ حضرت ابوطلحہؓ سب سے پہلے اٹھے، مہمان کو ساتھ لیا، گھر پہنچے، بیوی سے پوچھا...... آج کھانے پینا کا کیا انتظام ہے؟ بتایا گیا...... کچھ نہیں۔ بس اتنا ہے کہ بچوں کے لئے کچھ پکالیا گیا ہے۔ فرمایا...... بس کافی ہے۔ کسی طرح بچوں کو سلا دو۔ بچے سوگئے تو چراغ بجھا دیا، اور جو کھانا تھا مہمان کے آگے رکھ دیا، میاں بیوی بھی ساتھ ہی بیٹھ گئے اور جھوٹ موٹ منہ چلاتے رہے، سارا گھر فاقے سے تھا، چھوٹے چھوٹے بچے بھوکے تھے لیکن کچھ پروا نہ تھی، صبح بارگاہ نبویؐ میں پہنچے تو ارشاد ہوا کہ رات تمہارے ایثار سے اللہ تعالیٰ بہت خوش ہوا!

حضرت ابوطلحہؓ انصاری آنحضرت ﷺ کے وصال کے بعد کوئی چالیس سال تک زندہ رہے، کیسے چالیس سال کہ تصور کر کے حیرت ہوتی ہے، کوئی تیس سال عمر سے لے کر ستر برس کی عمر تک یعنی جب انتقال ہوا اس وقت تک مسلسل روزے رکھتے۔ سوائے ان دنوں کے جب روزہ رکھنے کی اجازت نہیں ہے، زندگی کے دیگر معمولات کا اس کے بعد کیا ذکر ہو، عمل ایسا اور علم کا یہ حال کہ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں۔ وہ ان صحابہ کرام میں سے تھے جن کے علم و فضل کا دور دور چرچا تھا، ہجرت کے بعد برابر حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر رہے، سفر و حضر میں ساتھ رہا، بانوے (۹۲) حدیثیں ان سے نقل کی گئی ہیں، اس بارے میں وہ بڑی احتیاط فرماتے تھے، خدا نے ان کے بیٹوں پوتوں کو بھی یہ فضیلت دی تھی کہ اپنے وقت میں علم حدیث کے امام مانے جاتے تھے۔

حضرت ابوطلحہؓ کی بیان کی ہوئی اکثر حدیثیں حضور اکرم ﷺ کی زندگی میں لڑی جانے والی جنگوں کے بارے میں ہیں، عام خیال یہ ہے کہ ان تمام غزوات میں وہ شریک رہے، بدر، احد، خیبر اور حنین میں ان کی جنگی صلاحیتیں غیر معمولی طور پر نمایاں ہوئیں۔

ہجرت کا ابتدائی دور اہل مدینہ کے لئے بڑا صبر آزما تھا، مشرکین مکہ نے مدینے کے منافقوں اور یہودیوں سے مل کر مسلمانوں کو تنگ کرنا شروع کیا تھا، آئے دن یہ خبریں پھیلتی رہتی تھیں کہ مکہ والے شبخون ماریں گے، رات کے حملوں کا خیال کر کے مظلوم مسلمان پریشان رہا کرتے تھے، ایک مرتبہ آدھی رات گزری تھی کہ شور و غل اٹھا کہ...... مدینے پر حملہ ہونے والا ہے، رسول اکرم ﷺ بھی حجرے سے باہر تشریف لے آئے، صورتِ حال معلوم ہوئی تو آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ جو لوگ جمع ہو گئے تھے ان میں حضرت ابوطلحہ بھی تھے، وہ گھوڑے پر سوار ہتھیار لگائے ہوئے آئے تھے اور حملہ آوروں سے نمٹنے کے لئے ہر طرح تیار تھے۔ رسالت پناہ ﷺ نے حضرت ابوطلحہؓ کا گھوڑا لیا، سوار ہوئے اور تن تنہا مدینے سے باہر چلے گئے، اپنے فدائیوں کی حفاظت کا کس قدر غیر معمولی خیال تھا کہ ختمی مرتبت ﷺ نے اپنی ذات کو خطرے میں ڈال دیا، حضرت ابوطلحہؓ سے رہا نہ گیا، پیچھے پیچھے چلے۔ تھوڑی دور گئے تھے کہ دیکھا حضور اکرم ﷺ واپس تشریف لا رہے ہیں، حضرت ابوطلحہؓ کو اللہ کے رسول نے اپنی طرف آتے دیکھا تو فرمایا کہ...... خوف کی کوئی بات نہیں! اطلاع عام ہوگئی! سب لوگ اپنے اپنے گھروں کو لوٹ گئے، حضرت ابوطلحہؓ بڑے خوش تھے کہ ان کا گھوڑا بڑا مبارک

ثابت ہوا کہ اللہ کے رسول نے اس پر سواری فرمائی اس موقع پر ان سے ارشاد ہوا کہ...... ابوطلحہؓ! تمہارا گھوڑا بڑا تیز رفتار ہے'! ایک جانثار کے لئے یہ بڑا اعزاز تھا۔

آنحضرت ﷺ کے انتقال کے بعد بہت سے عاشقانِ رسول ایسے تھے' جن کا دل مدینہ میں بالکل نہیں لگتا تھا' ختمی مرتبت ﷺ کی ایک ایک بات یاد آتی اور دل کو تڑپاتی رہتی تھی' بہت سوں نے سرزمین شام کی طرف ہجرت کی' انہی میں حضرت بلالؓ اور حضرت ابوطلحہ بھی تھے' ان غم زدوں کے دل جب دوری سے گھبراتے تو رات دن کا سفر کر کے روضہ مبارک پر حاضر ہوتے اور رو رو کر اپنے دل کا بوجھ ہلکا کرتے۔

حضرت ابوطلحہؓ ان لوگوں میں سے تھے جو آگے رہنے اور نمایاں ہونے کا کبھی خیال نہیں کرتے تھے جو کچھ کرنا ہوتا چپ چاپ کر دیتے' جب بیروحا [1] کی قیمتی زمین اور کنواں وقف کیا تو قسم کھا کر کہا...... یہ بات اگر چھپ سکتی تو میں کبھی ظاہر نہ کرتا' حکم ہے کہ...... راہِ خدا میں اس طرح خرچ کرو کہ دائیں ہاتھ سے خرچ ہو تو بائیں ہاتھ کو خبر تک نہ ہونے پائے' حضرت ابوطلحہؓ اس حکم پر عمل کرنا چاہتے تھے' ویسے صدقہ وخیرات اگر ظاہری طور پر بھی ہو تو کچھ مضائقہ نہیں بشرطیکہ مقصد دوسروں کو انفاق فی سبیل اللہ کی ترغیب دینا ہو۔

حضرت ابوطلحہؓ نے بڑی خاموشی سے زندگی بسر کی' سارا وقت عبادتِ الٰہی میں گزارا۔ کسی دنیاوی اعزاز کی کبھی خواہش نہ کی' چاہتے تو ہر خدمت انہیں مل سکتی تھی' حضرت ابوبکر صدیقؓ کے زمانہ میں شام ہی میں رہے' حضرت عمرؓ کے انتقال سے کچھ دنوں پہلے مدینہ آئے پھر واپس شام چلے گئے۔

ستر برس کی عمر میں وفات پائی۔ وہ بھی اس حال میں کہ گھر بار اور بچوں سے دور تھے' ایک تو بڑھاپا اس پر چالیس سلسل مسلسل روزے رکھنے کی وجہ سے کمزوری بڑھ گئی تھی مگر ایمان ایسا مضبوط تھا کہ ایک دن گھر پر بیٹھے کلامِ پاک کی تلاوت کر رہے تھے کہ سورۂ توبہ کی آیت نے جہاد کا ولولہ تازہ کر دیا' بولے...... خدا نے بوڑھے جوان سب پر جہاد فرض کیا تھا' میرے لئے سامانِ سفر تیار کرو! کسی نے کہا) خدا آپ پر رحم کرے' عہد نبوی کی تمام لڑائیوں میں آپ شریک ہو چکے ہیں' شیخین کے زمانے میں آپ نے برابر جہاد میں حصہ لیا' اب اس حال میں آپ گھر میں بیٹھے رہئے ہم لوگ جہاد پر جاتے ہیں۔ لیکن شوقِ جہاد اور شوقِ شہادت کہاں رکنے دیتا تھا' ایک سمندری لڑائی میں شریک ہونے نکلے جہاز ہی پر انتقال فرمایا' ساتویں روز جہاز خشکی پر پہنچا تو انہیں سپرد خاک کیا گیا۔ مجاہد لوٹ رہے تھے تو ان کا یہ جملہ سب کے کانوں میں گونج رہا تھا کہ............ اللہ تعالیٰ نے بوڑھے جوان سب پر جہاد فرض کیا ہے!

(زیر ترتیب کتاب 'بزم الف لام میم'' کا ایک باب)

---

(۱) ایک کنواں جو نخلستان میں تھا' مسجد نبوی کی حالیہ توسیع سے پہلے اپنے پہلے حج کے موقع پر میں نے یہ کنواں دیکھا تھا۔

خصوصی خطاب: حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ

ضبط وترتیب: مولانا حافظ محمد عرفان الحق اظہار حقانی *

کائنات میں ارباب علم اوراہل دین کی اہمیت

اللہ ورسول ﷺ اور عالم کفر کی نگاہوں میں اہم طبقہ

حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ، شیخ الحدیث مولانا نذیر احمد صاحب قدس سرہ بانی امداد العلوم فیصل آباد کی وفات ۳ جولائی کے دوسرے دن ۴ جولائی کو تعزیت کیلئے فیصل آباد تشریف لے گئے، نماز ظہر کے بعد جامع مسجد امداد العلوم کے وسیع ہال میں طلبہ اساتذہ اور تعزیت کیلئے آنے والے ہزاروں افراد سے خطاب فرمایا جسے ٹیپ کی مدد سے مرتب کیا گیا اسی دن آپ نے دار العلوم فیصل آباد میں حضرت مولانا مفتی زین العابدین صاحب قدس سرہ کی تعزیت کی اور وہاں بھی علماء وطلباء سے تعزیتی خطاب فرمایا اس سے قبل اسی دن آپ نے چنیوٹ میں مجاہدِ ختم نبوت مولانا منظور احمد چنیوٹی قدس سرہ کی وفات پر ان کے خاندان و متعلقین اور کارکنوں سے بھی تعزیت کی ....(ادارہ)

اعوذ باللہ من الشطین الرجیم۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم

کل من علیھا فان ویبقیٰ وجہ ربک ذو الجلال و الاکرام۔ قال النبی ﷺ موت العَالِم موت العَالَم

عالم کی موت عالَم کی موت: میرے انتہائی عزیز طلبہ کرام حضرات اساتذہ اور وابستگان حضرت شیخ نذیر احمد صاحب قدس سرہ العزیز یہ المناک حادثہ علمی دنیا کے لئے ایک بہت بڑا حادثہ ہے مجھے کل ایسے وقت میں اطلاع ملی جب کہ جنازہ میں پہنچنا ممکن نہ تھا۔ اور پہلے سے مصروفیات میں بھی پھنسا ہوا تھا۔ سینٹ کے اجلاس کے دوران بھی برادر عزیز صاحبزادہ مفتی محمد طیب صاحب سے اور دیگر حضرات سے فون پر بات چیت جاری رہی۔ یہ بد قسمتی تھی کہ جنازے کی سعادت سے محروم رہا آپ حضرات ایک بہت بڑے مشفق سرپرست ومربی اور روحانی والد کے سائے سے

* مدرس جامعہ دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

محروم ہو گئے ہیں یہ صرف ان کے صاحبزادوں اور آپ طلبہ کا صدمہ نہیں عالم کا دنیا سے اٹھ جانا پورے عالم انسانیت کا صدمہ ہوتا ہے۔

<u>موت وصال محبوب کا ذریعہ:</u> جانے والے عالم کے لئے تو ایک بڑی خوشی اور سعادت کا موقع ہوتا ہے وہ تو محبوب کے وصال سے مالا مال ہو جاتا ہے جس کے پیچ وتاب اور سوز وساز میں اس کی ساری زندگی گزری ہوئی ہے تو ان کے لئے تو عید ہوتی ہے الموت جسر یوصل الحبیب الی الحبیب وصال حبیب کا ذریعہ یہی ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ کے دیدار ومشاہدے سے اور مرضیات سے مالا مال ہو جاتا ہے' ایک عاشق کے لئے اس سے زیادہ اور کیا نعمت ہوسکتی ہے یہ وہ لوگ ہوتے ہیں جو اس وقت کے انتظار میں تڑپتے ہیں الدنیا سجن للمومن دنیا کو وہ قید سمجھتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ جلدی اس سے چھٹکارا حاصل ہو جائے۔ حضرت بلالؓ پر نزع کی حالت اور سکرات کے عالم میں وجد کی کیفیت طاری ہوئی وہ جھوم جھوم کر کہہ رہے تھے غدا القی الاحبة محمدا وحزبہ۔ کہ میں کل اپنے دوستوں سے ملوں گا حضور ﷺ اور اپنے محبوب صحابہؓ سے ملوں گا اور بعض تو اس دیدار پر دنیا وآخرت کے کسی نعمت کو ترجیح نہیں دیتے۔ وہ کہتے ہیں کہ بس اللہ کا دیدار سب سے بڑی سعادت ہے۔ ان کو جنتوں کی بھی کوئی پرواہ نہیں ہوتی اور نہ ان کی نظروں میں اس کی کوئی اہمیت ہوتی ہے۔ بزرگوں سے ہم نے ایسے بہت سارے واقعات سنے ہوئے ہیں۔

<u>سکرات میں دیدار الٰہی کی تڑپ وشوق:</u> ایک بزرگ شیخ ابن الفارض بہت بڑے ولی اللہ تھے حضرت حکیم الامت مولانا تھانویؒ کی کتابوں یا مواعظ میں میں نے یہ واقعہ دیکھا ہے کہ جب ان کی موت قریب آئی اور سکرات طاری ہو گئے تو اس دنیا میں ہی اللہ تعالیٰ نے جنتوں کو انکے سامنے لا کھڑا کیا کہ یہ مقاماتِ جنت تیرے لئے تیار ہیں۔ گویا ایک جلوہ سکرات کے دوران اللہ نے دکھا دیا تو وہ بڑے پریشان ہوئے چہرے پر انتہائی ناگواری اور ناراضگی کی کیفیات طاری ہو گئے اور یہ اشعار منہ پر طاری ہوئے کہ۔

ان کان منزلتی فی الحب عندکم ماقد رایت فقد ضیعیت ایامی

وہ خدا سے مخاطب ہوئے کہ کیا میرے عشق ومحبت کی یہ قیمت تھی اگر صرف محلات وباغات اور حوریں آپ نے مجھے دینی ہیں تو پھر تو یارب میری ساری زندگی ضائع ہو گئی' میں جس چیز کی تلاش میں تھا وہ تو یہ نہیں تھا۔ اللہ تعالیٰ بندوں کو اپنی محبت دکھانا چاہتا ہے اللہ تعالیٰ کو تو یہ سب معلوم تھا' اب اللہ نے وہ ساری جنتیں سامنے سے ہٹا دیں اور اپنا ایک جلوہ دکھایا تو شیخ ابن الفارض خوشی سے چیخ پڑے یا رب الان فزت کہ میں یہی چاہتا تھا تیرا ایک دیدار اور جھلک میرے لئے کافی تھا تو ایسے لوگوں کا مقام بہت اونچا ہوتا ہے۔

<u>عالم اور متعلم کی خصوصیات:</u> عالم کی قدر وقیمت تو ساری کائنات کو معلوم ہوتی ہے۔ سب مخلوقات حشرات

الارض کو نباتات کو حیوانات کو جمادات کو معلوم ہوتا ہے کہ عالم کی کتنی اہمیت ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا موت العالِم موت العالَم اس کی وجہ کیا ہے کیوں ایک آدمی کی موت سے ساری کائنات کو موت آجاتی ہے؟ اور اس کے ساتھ دوسری طرف یہ بھی کہ ایک طالبعلم کو فرشتے رحمت کے پر کیوں بچھاتے ہیں؟ ایک بادشاہ وقت کے لئے تو دس بارہ گز کا قالین بچھایا جاتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ ایک طالبعلم اور دین کے سیکھنے والے کے لئے اپنے فرشتوں کو مامور کرتا ہے۔ کہ جاؤ ان کے لئے اپنے پَر بچھاؤ تا کہ یہ لوگ ان پروں پر چلیں' پھر حشرات الارض وحوش وطیور بھی انکے لئے رحمت کی دعائیں کرتے ہیں۔ دریاؤں اور سمندروں میں مچھلیاں دعا گو رہتی ہیں۔ سوراخوں اور بلوں میں کیڑے مکوڑے دعا کرتے ہیں' فضاؤں میں پرندے اس کام میں لگے ہوتے ہیں یہ میں نہیں کہتا یہ سب کچھ احادیث میں ہے۔ اور جہاں طالبعلم بیٹھ کر سبق پڑھتے ہیں' درس وتدریس کا سلسلہ ہوتا ہے' فرشتے آکر پرے لگاتے ہیں اور عرش تک پرے لگ جاتے ہیں۔

ما اجتمع قوم فی بیت من بیوت اللہ یتدارسون القرآن الا حفتھم الملائکۃ وہ خاص پر قدموں کے نیچے بھی بچھتے ہیں اور سروں کے اوپر بھی سایہ افگن ہوتے ہیں وغشیتھم الرحمہ اور ایک خاص رحمت ایسے لوگوں کو ڈھانپ لیتی ہے۔ وذکرھم اللہ فی ملاء من عندہ اور اللہ ان درس وتدریس والوں کو اپنے خاص مقربین ملاء اعلیٰ اور مخلوقات میں فخر ومحبت سے یاد کرتے ہیں۔

<u>عالم کے ساتھ دین کی وابستگی:</u> اتنی بڑی اہمیت ہے اور یہ اس لئے کہ یہ ساری کائنات سمجھتی ہے کہ یہ عالم ہے تو ہم سب ہیں۔ اسی عالم کے ساتھ دین وابستہ ہے اور وہ دین جو کہ آخری ہے قیامت تک رہنے اور قیامت تک آخری نبیؐ نے اپنی وراثت ان کو منتقل کی ہے' یہ وراثت اب قیامت تک یہی سنبھالنے والے ہیں اور جب تک سنبھالتے رہیں گے تو دین تعلیم وتعلم کے ذریعہ محفوظ رہے گا۔ دین وہی ہے جو قرآن وسنت وحی اور نبی کریم ﷺ کی تعلیمات سے مستفاد ہے۔

<u>عبادت حقہ اور مہذب اقوام کے عباداتی طور طریقے:</u> ورنہ تو دین کے نام پر ہزاروں طریقے وڈرامے ہیں دنیا کی اقوام ومذاہب آپ الملل والنحل میں پڑھتے ہیں' کہ گوبر کی بھی پرستش کرتے ہیں گائے کی بھی پرستش کرتے ہیں' اور دنیا کے ہر غلیظ سے غلیظ شئی کی بھی پرستش کرتے ہیں۔ بڑے مہذب دور میں یہ جاپان اور اقوام عالم مرد کے عضو تناسل کی پرستش کرتے تھے۔ یہ ان کا معبود تھا۔ اب بھی آپ فار ایسٹ کے ممالک میں جائیں وہاں بازاروں میں لکڑی وغیرہ کے بنے ہوئے اعضاء تناسل بکتے ہیں۔ بطور عبادت لوگ ان کی پوجا پاٹ کرتے ہیں۔ انسان جب غلیظ ہوجائے تو ثم رددناہ اسفل سافلین اور پیشاب وگوبر میں یہ جوگی وغیرہ ہندو پھنسے رہتے ہیں' کہ یہ بڑی مقدس چیز ہے۔ تو وہ بھی تو عبادت ہے' تو ان غلاظتوں کی عبادتوں سے عبادت حقہ کی طرف ہم کیسے آئے۔ ہمیں اس سے حضورؐ نے نکالا حضورؐ کی وجہ سے اس کی ساری امت اور ساری انسانیت کو عبادت حقہ کی طرف لانے کے لئے یہ ذمہ

داری آپ کو سونپی گئی اگر آپ لوگ یہ ساری محنت کر کے اور یہ سلسلہ آگے پہنچاتے رہے' تو قرآن وسنت کی تعلیم جاری وساری رہے گی۔ تو اللہ کی عبادت صحیح طریقوں سے ہوگی اور اللہ کا ذکر ہوتا رہے گا۔ لاتقوم الساعة حتی یقال فی الارض الله الله قیامت اسوقت تک قائم نہ ہوگی جب تک صحیح دین ہوگا اور اللہ کی عبادت صحیح شکل میں کی جائیگی۔

عالم کی حیات پر عالَم کی حیات موقوف: میرے والد صاحب رحمۃ اللہ فرماتے تھے کہ یہ حیوانات کیڑے مکوڑے وغیرہ بڑے خودغرض ہیں ان کو عالم دین سے اتنی دلچسپی اسلئے ہے کہ وہ سمجھتے ہیں کہ ہماری حیات بھی اسی پر موقوف ہے کہ کائنات باقی رہے گی تو حشرات وحوش وطیور بھی ہوں گے۔ اب اس ملت کیلئے امت کیلئے آپ کی اہمیت کتنی ہے وہ تو ہم نے ان احادیث وقرآن سے سنی یرفع الله الذین امنوا منکم والذین اوتوا العلم درجات تو یہ ساری فضیلتیں اہمیتیں ہمارے لئے عقیدے کی حیثیت رکھتی ہیں کہ عالم کی موت سے کتنا بڑا خلاء پیدا ہوتا ہے۔ گھر کے نگہبان کے نہ ہونے سے گھر اجڑ جاتا ہے محلّہ کا ملک نہ ہو تو وہ محلّہ اجڑ جاتا ہے کسی سے قبیلہ اجڑ جاتا ہے کسی سے گاؤں اجڑ جاتا ہے۔ وما کان قیس هلكه هلك واحد ولكنه بنيان قوم تهدما تو حقیقت ہے کہ موت العالم موت العَالَم ان کا جانا ساری دنیا پر اثر انداز ہوتا ہے۔

تو میں عرض کر رہا تھا کہ ہمارا تو عقیدہ ہے کہ ایک عالم کی ذات بڑی اہم ہے مولوی اور طالب علم بڑا اہم ہے' اس آخری دین کی بقاء ان ہی کے ذریعہ سے ہے؟

عالمی کفر بھی علماء کی اہمیت جان گیا: لیکن یہ احساس کافروں کو پہلے نہیں تھا لیکن اب ان کو بھی یہ احساس بہت زیادہ ہو گیا۔ جو لوگ آپ کو فضول ترین سمجھتے تھے اب ان کو پتہ لگ گیا ہے کہ قیمتی ترین یہی ہیں اب صدر بش بھی کہتا ہے کہ لاتقوم الساعة حتی یقال فی الارض الله اب بش بھی کہتا ہے کہ موت العالم موت العَالَم بش کہتا ہے' کہ اصل سرمایہ تو اس امت کا یہی ہے وہ بیچارہ سمجھ رہا تھا کہ دنیا پر فوجوں کے ذریعہ قبضہ کرلوں گا اور لشکر کشی کروں گا' نسل کشی کروں گا اور یہ مسلمان مٹ جائیں گے۔ لیکن بالآخر وہ اس نقطے پر پہنچ گیا کہ یہ مٹنے والے نہیں ہیں۔

عسکری ودفاعی صلاحیت: جب تک ان کے ساتھ یہ عسکری' دفاعی صلاحیت ہے عسکری اور دفاعی صلاحیت اس اعتبار سے نہیں کہ آپ کے ساتھ توپ وتفنگ ہیں وہ سمجھ گیا کہ اگر ان کے ساتھ یہ آخری دین ہے تو ہم ان کو نہیں مٹا سکتے اب وہ آخری دین کس وجہ سے ہے۔

عالم اسلام کے حکمرانوں اور افواج کا کردار: وہ سمجھ گیا ہے کہ اس امت کے پچپن چھپن حکمرانوں کی وجہ سے نہیں ہے وہ آخری دین ان کی فوج کی وجہ سے نہیں ہے ہر ایک نے ایک لشکر جرار تیار کیا ہوا ہے ملک کو توڑنے والے ملک کو بیچنے والے اور ملک کو ڈبونے والے لوگ وہ فوج جو کہ گزشتہ سو سالوں میں کئی سو کلومیٹر پر بھی لشکر کشی نہ کرسکی' یہ

الگ بات ہے کہ ہم کہتے ہیں کہ ہم دہشت گرد نہیں ہیں ہم کہتے ہیں کہ ہم صلح پسند ہیں یورپ کے میڈیا سے ہمارے گھنٹوں مناظرے ہوتے ہیں کہ بھئی ہم دہشت گرد نہیں اور ہم مثال دے کر کہتے ہیں کہ کیا گزشتہ سو سال میں کہیں بھی ہم نے آپ لوگوں پر ایک انچ کی جارحیت کی ہے؟ تم نے دو ڈھائی سو برس سے ہمیں استعمار کا غلام بنا رکھا ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ ۵۷ سال میں ہمارے ہاں کوئی غیرت مند اور ایماندار فوجی آیا ہی نہیں ہے وہ لشکر کشی کا کیا کرے گا وہ اپنے ملک کو بھی گنوا بیٹھتے ہیں۔

اپنے ملک کو فتح کرنے والے: اور اب تو اپنے ملک کو فتح کرنے میں لگے ہوئے ہیں' ہماری جہادی فوج کو اس پر لگایا گیا کہ اپنے قبائل پر لشکر کشی کرو بہر حال اگر ہم نے کافروں پر لشکر کشی نہیں کی ہے تو یہ ہماری بزدلی اور بے حسی کی وجہ سے ہے۔

عالم اسلام کی حالت زار اور کفر کے خلاف ڈٹنے والے: ورنہ چاہیے تو یہ تھا کہ آج واشنگٹن اور دہلی پر ہمارے جھنڈے گڑے ہوتے' ۵۵ ممالک میں فلسطین پر وہ ارہابیت کر رہا ہے۔ شیشان میں وہ لگا ہوا ہے' بوسنیا میں وہ لگا ہوا ہے' عراق میں ہمارا جو حشر ہے اور افغانستان میں جو کچھ ہوا اور یہ ساری (مغربی) قوتیں افغانستان میں اسی لئے جمع ہوئیں کہ یہ تو واقعی صدیوں بعد ایک خدائی لشکر آ گئی۔ یہ خدائی لشکر آ گیا تو سنٹرل ایشیاء سارا پریشان ہو گیا' طالبان بیچارے بار بار کہتے رہے کہ ہمارا سنٹرل ایشیاء کی طرف پیش قدمی کا کوئی ارادہ نہیں ہے۔ لیکن یہ لوگ ڈر کے مارے اس کام پر لگ گئے کہ جلد اس طاقت کو ختم کر دو ورنہ ہم زندہ نہیں رہ سکیں گے۔ تو میں عرض کر رہا تھا کہ ان کو اس ایک ارب انسانوں (مسلمانوں) کی بھیڑ سے بھی خطرہ نہیں ہے اور یونیورسٹیوں کالجوں اور سکولوں سے جو مسٹر طبقہ نکل رہا ہے یہ تو ان کے جیب میں ہیں وہ ان کے ہاں پر کاہ کی حیثیت نہیں رکھتے۔ اور یہ لاتعداد صدور اور وزراء اعظم اور یہ فوجوں کے جرنیل ان کو معلوم ہے کہ یہ غثاء کغثاء السیل ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ سمندر کے جھاگ کی طرح ان کی کوئی حیثیت نہیں تو ان حالات میں کون اٹھا اور کون میدان میں ڈٹ گیا اور سینہ تان کر کھڑا ہو گیا۔ کہ خبردار تمہارے نیو ورلڈ آرڈر کی ایسی کی تیسی تمہارے عزائم ہم پورے ہونے نہیں دیں گے۔

صرف اسلام ورلڈ آرڈر دیگر ہیچ: ورلڈ آرڈر تو اصل میں ہمارے پاس ہے ان الدین عند اللہ الاسلام اور تم کون ہو کہ اپنا ورلڈ آرڈر بناؤ گے' نیو ورلڈ آرڈر تو ایک ہی ہوتا ہے' ورلڈ آرڈر بدلتا نہیں ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام سے قیامت تک ایک ورلڈ آرڈر ہے کیونکہ اس کو بنانے والا ایک ہی ہے نیو ورلڈ آرڈر ایسا ہے کوئی کہے کہ نیا چاند لوگ کہیں گے کہ پاگل کا بچہ ہے چاند بھی پرانا ہو سکتا ہے اسی طرح نیا سورج' سورج اور چاند اور ستارے وہ جس طرح ہیں۔ اسی طرح ہیں اگر ایک شخص بش کہے کہ میں نیا چاند لگا تا ہوں' نیا سورج لگا تا ہوں تو لوگ اس کو پاگل کہیں گے کہ اسے پاگل خانے بھیج دو تو نبی رحمت جو آسمان نبوت کے ماہتاب ہیں اس کو گہن نہیں لگتا' نہ اس کو خسوف اور

کسوف ہوتا ہے دنیا کے چاندوں اور سورج کو کسوف و خسوف بھی ہوتے ہے لیکن نبی رحمت ﷺ کو نہ کسوف ہوتا ہے نہ خسوف اور نہ اسکے دین کو و من یبتغ غیر الاسلام دینا یہ ورلڈ آرڈر چھوڑ کر کوئی دوسرا ورلڈ آرڈر ڈھونڈے گا تو فلن یقبل منه۔ بہرحال دشمن شیطانی چکر نیو ورلڈ آرڈر میں لگ گیا تو پھر یہ مولوی اور طالبعلم میدان میں ڈٹ گئے۔ افغانستان میں بھی ڈٹ گئے اور الحمدللہ ایک بہت بڑے سپر پاور کو پاش پاش کر دیا' سوویت یونین سپر یم طاقت تھی مگر اللہ اکبر کے نعروں سے اس کے پرخچے اڑا دیئے۔

امریکہ اور عالم کفر کا مدرسوں سے خوف و ہراس: اس کے بعد جو بڑی طاقت اس کی جگہ (امریکہ) آئی تو اس کو چین و سکون نہیں ہے وہ پریشان ہے کہ یہ مدرسوں میں بیٹھے ہوئے ہمیں کھا جائیں گے۔ اس کا پیشاب خوف سے نکل رہا ہے۔ روزانہ اس سلسلہ میں نئی نئی خبریں آرہی ہیں یورپ کے حالات دیکھو کہ بس طالبعلم آگئے' ہمارا ایک ممبر ہے صوبائی اسمبلی کا ڈپٹی اسپیکر اکرام اللہ شاہد صاحب وہ ابھی ایک وفد کے ساتھ لندن گیا ہوا تھا' سفید کپڑے پہنے ہوئے اس کی داڑھی بھی ہے وہ کہتا ہے کہ سڑک پر کھڑا تھا کسی سے پوچھنے کے لئے فلاں جگہ کو کون سی گاڑی جاتی ہے تو ایک انگریز قریب آیا اور پھر اچانک بھاگ کھڑا ہوا اور چیخ رہا تھا کہ طالبان طالبان کہ سفید کپڑوں اور ٹوپی والا ابھی کھا جائے گا ان کم بختوں کا یہ تصور ہوتا ہے کہ طالبان کے بڑے بڑے سینگ ہوتے ہیں اور داڑھ ہوتے ہیں۔ انیاب الاغوال والا تصور ہے' یہ چیر پھاڑ کرنے والے ہیں' ہمارے ہاں یہ انگریز وغیرہ بے شمار آتے تھے دیکھنے کے بعد حیران ہوتے تھے کہ یہ تو سیدھے سادھے انسان ہیں ان کے تو نام بھی ہیں عبداللہ وعمر وغیرہ میں نے پوچھا کہ تم نے کیا سمجھا تھا۔ تو کہا کہ ہم نے سمجھا تھا کہ امریکہ وغیرہ میں جیسے ریڈ انڈین قبائل ہوتے ہیں بھیڑ بکریوں کی طرح مخلوق پر حملے کر کے چلے جاتے ہیں تو یہ خوف ان پر طاری ہے پھر آکر دیکھتے ہیں کہ یہ کونسی مخلوق ہے کس طرح یہ ڈٹ گئے کس طرح یہ گھبراتے نہیں ہیں کس طرح یہ جام شہادت نوش کرتے ہیں کس طرح یہ اپنے بدن کے ساتھ بم باندھ کر اپنے پرخچے اڑاتے ہیں اب یہ اس تجزیہ پر لگے ہوئے ہیں۔

عالم کفر کا محور اور نشانہ: اس طرح گویا سارے عالم کفر کا محور صرف آپ ہیں عالم کی اہمیت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عالم کیوں اہم ہے تو ان لوگوں (امریکہ) سے پوچھو تو یہ کہتے ہیں کہ سوا ارب مسلمانوں کو میں تب غلام بنا سکوں گا کہ جب اس طبقہ کو ملیا میٹ کر دوں' مٹادوں پہلے ان کو نشانہ بنا دو۔ تو اس کی اہمیت بتائیں کتنی ہوگی؟ آپ کے یہ کم بخت پاکستانی مساٹیر (مسٹر کی جمع) کا طبقہ یہ کہتا تھا کہ یہ (مولوی) مفت خورے ہیں یہ قوم پر بوجھ ہیں' یہ کیا کام کرتے ہیں' مسجد میں روٹیاں توڑتے ہیں' اور انگریز خبیث بھی نہیں سمجھا تھا' وہ خوش تھا کہ چلو مولوی مدرسہ میں درس و تدریس میں لگا رہے' میں اپنی حکومت چلاؤں گا اس کو پتہ نہیں تھا اور اس کی حکومت کا بیڑا ابھی مولویوں نے غرق کر دیا۔ مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور ان جیسے بڑے اکابرین نے مدرسوں کی شکل میں چھاؤنیاں بنائیں وہ اس بات کو نہیں سمجھے

تھے کہ یہ اندر سے ایمان کی چھاؤنیاں ہیں۔

اصل ایٹم بم: وہ سب سمجھ رہے تھے کہ ایٹم بم جس کے پاس ہو وہ کامیاب ہوتا ہے اور پتہ نہیں تھا کہ بڑا ایٹم بم کیا ہے تو روس قازقستان وغیرہ کے تہہ خانے ایٹم بموں سے بھرے ہوئے تھے۔ لیکن کوئی ایٹم بم روس کے کام نہیں آیا اور مسلمانوں کے لئے یہ بچے یہ ٹوٹے پھوٹے طالبعلم اور مولوی کام آگئے یہ ایٹم بم بن گئے تو روس اور امریکہ اب سمجھ گیا کہ اصل ایٹم بم تو یہ ہیں ایٹم بم مادی چیزوں کا نام نہیں ہے۔

پاکستانی ایٹم بم: ایٹم بم تو پاکستان کے پاس بھی ہے' اللہ تعالیٰ نے ہم پر فضل کیا اور یہ نعمت دی ہے لیکن ہم الٹا ایٹم بم کی حفاظت میں لگے ہوئے ہیں یعنی قصہ الٹا ہو گیا ہے ایٹم بم بنایا اس لئے تھا کہ ہمیں محفوظ کرے گا لیکن اب سارے کم بخت کہتے ہیں کہ ایٹم بم ہاتھ سے نکل جائے گا۔ میں نے کہا کہ اس کم بخت ایٹم بم سے تو اچار بھی نہیں بنتا کہ جاکر جامعہ امدادیہ کے بچوں کے سالن میں ڈال دیا جائے۔ اگر ایسا ہے تو پھر تو جاکر اسے بحر اٹلانٹک میں پھینک دو' ہمیں ایسا ایٹم بم نہیں چاہیے جس کی وجہ سے غلامی آجائے' ہمیں ایسا ایٹم بم چاہیے جو کہ ہمیں غلامی سے آزادی کی طرف لائے اس ایٹم بم کی وجہ سے ان لوگوں نے ملک کو غلام بنا دیا اور طشتری میں سجا کر ان کے سامنے رکھا ہوا ہے اور ساتھ ساتھ کہہ رہے ہیں کہ ہم ملک کو بچا رہے ہیں۔ بھئی ملک کو غیروں کے لئے بچا رہے ہو تو ملک کو کھنڈر بنانے دو اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے تباہ کر دو' اگر کافر اور امریکہ کے ہاتھ میں یہ بنگلے اور پلازے جاتے ہیں تو افغانستان کے کھنڈرات اچھے ہیں یا نہیں؟ وہ عراق کے غیور عوام جو اپنا سب کچھ قربان کر رہے ہیں۔ وہ اچھے ہیں یا بنگلوں اور پلازوں والے۔

سب سے پہلے پاکستان کا مطلب: یہاں یہ کہتے ہیں کہ پہلے پاکستان تو پہلے پاکستان کا مطلب یہ ہے کہ یہ ہماری عیاشیاں اور خرمستیاں جاری رہیں بیشک اس کے بدلے ہم غلام بن جائیں۔

ایک شخص گھر کے دروازے سے ایک طرف ہٹ جاتا ہے اور قابضین کو کہتا ہے کہ بھئی میرا گھر قبضہ کرلو لیکن خراب نہ کرو کیونکہ میں نے بڑی محنت سے بنایا میں تمہارے حوالے کر رہا ہوں اس کی لیٹرین بہت اعلیٰ ہے' فرش بھی بہت اعلیٰ ہے۔ اس میں سنہری ٹوٹیاں لگی ہوئی ہیں۔ چھیڑنا مت سنبھال کر کے تم رکھ لینا' میں نے اپنی بیوی بچے نظریہ اور ایمان سب کچھ تیرے رحم وکرم پر دے دیئے تو کیا کوئی یہ نہیں کہے گا کہ یہ شخص پاگل ہے اس نے گھر تباہ کر لیا یا بچا لیا یا اوروں کے لئے اپنا گھر بچانے میں لگ گئے ہیں۔ اگر وہ سمجھ گئے کہ یہ مدرسے کے طالبعلم ڈٹے ہوئے ہیں' یہ تو کہتا ہے کہ میرا سب کچھ لٹ جائے لیکن میں ایمان نظریہ اور دین نہیں چھوڑوں گا' اور غلامی قبول نہیں کروں گا۔

طالب علموں کی شکل کی ایک مثال اور اس کا ہوا: ایک اسامہ کو آپ نے دیکھا وہ طالبعلموں کا ایک نمائندہ ہے ٹوٹے پھوٹے اس کے جوتے اور کپڑے پھٹے پرانے پائنچے اس کے ٹخنوں سے اونچے اور مسواک ہر وقت ہاتھ میں پراگندہ داڑھی آپ دیکھیں گے تو حیران رہ جائیں گے کہ کیا اس سے بھی کوئی ڈر سکتا ہے مگر اس سے پوری یورپ میں

ایک قیامت آئی ہوئی ہے۔ ہر روز نئے نئے شوشے آتے ہیں۔

ایک دن ایک ٹرک والے کو یورپ میں پکڑ لیا گیا' تفتیش کے لئے' جرمنی زبان میں اس پر کچھ لکھا ہوا تھا لوڈن لوڈن اس پر فون پر فون ہوئے اور بڑی بڑی کانوائے آئیں اور ہنگامہ برپا ہوا کہ اس پر لوڈن لوڈن لکھا ہے شاید جرمنی میں لوڈ سے ہوگا انہوں نے کہا کہ یہ لادن لکھا ہوا ہے یعنی بن لادن ہے' یہ مذاق نہیں ہے حقیقت ہے۔ کئی گھنٹوں کے بعد یہ ہنگامہ ختم ہوا اور اس بیچارے کو چھوڑ دیا گیا اب تو بیچارہ وزیر دفاع رمزفیلڈ صبح گھر سے نکلتا ہے تو بیوی پیچھے سے آواز دیتی ہے کہ یو بی ایل کا کیا ہوا یعنی اسامہ بن لادن کا۔ پھر جب وہ شام کو گھر لوٹتا ہے تو دوبارہ وہ طنزاً پوچھتی ہے کہ مِل گیا کہ نہیں' وہ سر جھکا لیتا ہے' کینیڈا اور امریکہ کے جو ہزاروں میل کی سرحدات ہیں اس کے کلبوں میں نئے سال کے آغاز میں راتوں کو پروگراموں میں بڑے بڑے پہرے ہوتے ہیں کہ کہیں اسامہ نہ گھس آئے' اگر اچانک کسی کلب میں اوپر سے چوہا کود ے تو یہ بے ہوش ہو جائیں گے کہ بن لادن آ گیا' میرے ایک بیٹے کا نام بھی اسامہ ہے' یہ انگریز مرد و عورت ادھر ہمارے ہاں بہت آتے ہیں۔ حجرہ بھرا ہوتا ہے اب تو یہ سلسلہ میں نے بند کر دیا ہے تو کئی مرتبہ چائے پانی لانے کے لئے میری زبان سے نکل جاتا ہے کہ اسامہ پانی لاؤ تو یہ سب ایک دوسرے کو پکڑ کر حواس باختگی میں اٹھتے ہیں یعنی یہ کیفیت میں نے دیکھی کہ اسامہ آ گیا۔ میں پھر کہتا ہوں کہ کم بختو اسامہ میرے بیٹے کا نام ہے۔ مطلب یہ ہے کہ وہ آپ سے ڈر رہے ہیں' یہ حضور اقدس ﷺ کی ہیبت تھی ایک مہینے کی مسافت پر کافر لرزتا تھا نصرة بالرعب مسيرة شهر یہ اس کے ایک ادنی امتی کی حالت ہے کہ ان کو پتہ بھی نہیں ہے کہ کہاں ہے زندہ ہے یا مرا ہے' یا غاروں میں ہے' یہاں سے وہ واشنگٹن پر کیا کر سکتا ہے لیکن ہر مہینے وہاں کی CIA رپورٹ دیتی ہے کہ یہ مہینہ بڑا سخت ہے اب بھی رپورٹ دی ہے کہ ہم پر حملے ہو سکتے ہیں یہ خداوندی رعب ہے۔ ایک مہینہ کی مسافت کا جو بیان حدیث میں ہے اب بھی وہی بات ہے اب مہینوں کی مسافت گھنٹوں میں ہوگی۔

اللہ کے واحد سپر پاور ہونے کا ثبوت: اخبارات میں آپ نے پڑھا ہوگا کہ برطانیہ کے سفار تکار اور اس کے ساتھ کچھ دیگر لوگ اس دن مجھ سے ملنے آئے تھے' انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ وہ پکڑا کیوں نہیں جاتا۔ میں نے کہا کہ یہ تو امریکیوں سے پوچھو جو دنیا میں بڑے بڑے دعوے کرتے ہیں' کہ ہم کیڑے مکوڑے بھی گنتے ہیں اور گاڑیوں اور اس کے نمبرات کو بھی نوٹ کرتے ہیں اور اسے سپر پاور ہونے کا بڑا گھمنڈ بھی ہے تو میں نے کہا کہ اس کی وجہ یہی ہے کہ سپر پاور امریکہ نہیں اللہ تعالیٰ ہے جس نے ثابت کروا دیا ہے کہ سپر پاور میں ہوں۔ سارے کے سارے سپر پاورز جمع ہو جائیں تو ایک ٹوٹے پھوٹے طالبعلم ایک مسکین و پردیسی کو وہ گرفتار نہیں کر سکتے ہیں یہ ہے ساری صورتحال۔ اب اس کا نشانہ اور ہدف یہ ہے کہ آپ لوگوں کو مٹایا جائے اور اس ملک کا دینی تشخص ختم کیا جائے۔

الكفر ملة واحدة کا کامل ظہور: صلیبی دہشتگردی کبھی بھی اس طرح متفق نہیں ہوئی تھی۔ دہشت گرد کبھی عالم اسلام

اور امت کے خلاف اس طرح سے اکٹھے نہیں ہوئے تھے۔ حضور ﷺ نے فرمایا الکفر ملۃ واحدۃ لیکن ان کے وحدت کا صحیح ظہور چودہ سو سال میں اب ہوا ہے۔ ہمیشہ کچھ کافر مسلمانوں کے ساتھ ہوتے تھے۔ غزوہ الاحزاب میں بھی کچھ تو منافقت کے پردہ میں تھے لیکن کچھ مسلمانوں کے ساتھ تھے معاہدے بھی کر لئے تھے کہ ہم مسلمانوں کے ساتھ ہوں گے۔ اکثریت دشمن ہو جاتی تھی لیکن کوئی ایک چھوٹا سا ٹولہ اور گروپ کافروں کا اپنے مفادات اور مقاصد کے لئے مسلمانوں کے ساتھ ہوتا تھا۔ تاتاری جنگوں میں بھی تمام کفر ایک نہیں تھا۔ صلیبی جنگوں میں بھی سارے (کفار) مسلمانوں کے خلاف جمع نہیں ہوئے تھے۔ کچھ مسلمانوں کے ساتھ ہوتے ان کے مدمقابل دشمن تھے اور مسلمانوں کو بار بار پیغامات دیتے تھے کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں روس اور امریکہ جب مسلسل ایک بڑی جنگ میں لڑ رہے تھے تو کوئی مسلمانوں کے ساتھ ہوتا تھا اور کوئی کافروں کے ساتھ۔ جو مسلمان روس کے دشمن تھے تو امریکہ ان کی پشت پناہی کرتا تھا یعنی کافر بٹے ہوتے تھے لیکن یہ وقت چودہ سو سال میں ایسا آیا ہے کہ پورا عالم کفر تمام ادیان وملل مسلمانوں کے خلاف ایک ہو گئے ہیں، روس اور امریکہ سیاسی لحاظ سے ایک ہو گئے۔ چین اور بھارت بھی انکے ساتھ ہے اور مذہب کے لحاظ سے یہودیت جو اس ساری خباثت کی بنیاد ہے۔ مگر امریکہ اس کی پرورش کر رہا ہے۔

عالمی دہشت گردی کا مذہبی تاریخی پس منظر: امریکہ کا سب سے بڑا مشن یہ ہے کہ یہودیت کی ساری پیشن گوئیاں ابھی ظاہر ہو جائیں حضرت مسیح علیہ السلام کے اترنے کے حالات پیدا ہوں اور وہ تب ہوں گے جب مسلمانوں کو مکمل طور پر ملیا میٹ کر دیا جائے پھر جزیرۃ العرب ان کے کنٹرول میں ہوگا، مکہ اور مدینہ پر ان کی حکومت ہوگی اور دمشق وغیرہ سارا اسرائیل کے ہاتھ میں ہوگا۔ اپنی کتابوں کی پیشن گوئیوں کی وجہ سے یہ سارے ایک ہو گئے وہ کہتے ہیں کہ ہمارے عیسیٰ علیہ السلام کسی طرح آ جائیں۔ یہودی اپنا ایک روڈ میپ بنائے ہوئے ہیں۔ یہ ایک پورا تاریخی پس منظر ہے۔ تہہ میں سارا ان کا مذہب چل رہا ہے۔ جو ہمیں انتہا پسند کہہ رہے ہیں اور دہشتگرد کہہ رہے ہیں، یہ سب بکواس ہے۔ بنیاد پرست یہ لوگ خود ہیں، مگر ہمیں بنیاد پرست کہتے ہیں مگر ہم اس پر فخر کرتے ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ ہم اس معنی میں بنیاد پرست ہیں کہ ہماری بنیادیں قرآن وسنت ہیں۔ صحابہ تابعین، تبع تابعین مشائخ ہیں، ہمارے سند ہیں، ہماری تو ایک حدیث میں بھی حضور تک راویوں کی بنیادیں موجود ہیں اور کوئی لفظ بھی ہماری کتابوں میں بغیر سند کے نہیں۔ ہم الحمدللہ حلالی ہیں اور تمہارا باپ کلیۃً نہیں ہوتا۔ ان کی شناخت فارم کے خانہ میں ولدیت کا جو ذکر ہے اس میں ماں کا نام لگا دیا گیا کیونکہ ماں تو بیچاری معلوم ہے لیکن باپ کون تھا تو ان کو اکثر معلوم نہیں ہوتا۔ اس لئے ذلیل ہونے سے بچانے کے لئے فیصلہ کیا کہ باپ کا ذکر ہی چھوڑ دو۔ جانوروں کی طرح کوئی باپ معلوم نہیں ہوتا۔ ہمارا تو الحمدللہ سارا دین بنیاد ہی بنیاد ہے۔

بش وغیرہ کا بغض اور نفرت: تعصب، خباثت اور نفرت اسلام سے تو ان میں ہے، ہم تو بڑے کھلے دل والے ہیں

مسلمان تو ہر امت کے لئے دروازے کھلے رکھتا ہے۔لیکن ان کے حالات اگر اندرونی طور پر ٹٹولے جائیں تو معلوم ہوگا کہ بش وغیرہ صبح جب اٹھتے ہیں تو اپنی فتوحات اور صلیبی جنگوں کو جو ترانے' جنتر ومنتر' اشلوک وغیرہ جو ہوتے ہیں وہ ایک گھنٹہ تک پڑھتے ہیں ان پر یہ بات چھائی ہوئی ہے کہ میں اس امت کو صفحہ ہستی سے مٹا دوں۔ ہر وقت یہ سوچتے ہیں کہ مسلمانوں کو کیسے مٹایا جائے۔

دارالحرب و دارالاسلام کی توجیہہ: ہم سے پھر آ کر پوچھتے ہیں کہ دارالحرب اور دارالاسلام کیا ہے؟ ہم پر طعن کرتے ہیں' ان کے بڑے بڑے تھینک ٹینک کے لوگ اور پروفیسر وغیرہ اس میں لگے ہیں تو مجھ سے سوال کیا کہ دارالحرب اور دارالاسلام کیا چیز ہے؟ میں نے بات گول کردی اور دل میں کہا کہ یا اللہ میری مدد فرما۔اب اگر فقہ کی تفصیلات میں جاتے تو آپ کو معلوم ہے کہ کیا معنی ہے۔میں نے جواب میں کہا کہ دارالاسلام اس لئے دارالاسلام ہے کہ ہم ہر وقت امن وسلامتی کی سوچتے ہیں' دارالاسلام وہ ملک ہے جو جنگ کا سوچتا ہی نہیں ہے اور دارالحرب والے کم بخت ہر وقت حرب کا سوچتے ہیں یہ میں نے ویسے ہی تحریف کی۔خامنائی کے بعد دوسرے نمبر پر ایک شیعہ مجتہد ایت اللہ ایران میں مجھے ملا۔اس نے اس بارے میں کہا کہ مولانا یہ تو الہامی بات ہوگئی۔بہرحال میں نے کہا کہ یہ دارالحرب آپ کے خطے کو اس لئے کہتے ہیں کہ تم اندر اندر ہر وقت حرب کی سوچتے ہو' انسانیت کے دشمن ہو اور ہم ہر وقت اسلام اور امن وسلامتی کی سوچتے ہیں۔

اسلام اور مسلمان کا محور سلامتی: اسلام کا معنی ہی سلامتی ہے ہم کہاں دہشت گرد ہیں ہماری تو ہر وقت ایک دوسرے پر امن وسلامتی کی بارش ہوتی ہے کہ السلام علیکم' السلام علیکم چوبیس گھنٹہ یہ سلسلہ جاری رہتا ہے السلام علیکم کا مطلب ہے کہ تمہیں امن وسلامتی ہو۔اے لوگو ہم سے دہشتگردی کا تصور بھی مت کرو۔سلامتی اور دہشت گردی متضاد ہیں یہ ارھابیت کو اسلام کہتے ہیں۔ ہمارے ہاں تو سلامتی پر اتنا زور لگایا گیا کہ تمام وقت اسی پر لگ جاتا ہے۔حضورؐ نے فرمایا أفشـــو السلام سلام پھیلا دو دشمن دوست بازار میں ہر جگہ۔یہ آواز پہنچادو السلام علیکم' سلام ہو تم پر ہم لوگوں کی ابتدائی باتیں ہی تو دعائیں ہوتی ہیں' ہماری شروع ہی ایسی بات سے ہوتی ہے جس کی مثال نہیں ہے۔سلام ہو تم پر دنیا میں بھی آخرت میں بھی' اپنوں سے بھی دشمنوں سے بھی۔

اسلام کے سلام کا دوسروں سے موازنہ: میرے والد صاحب حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ فرماتے تھے کہ پٹھان تو سلام میں ایک طرح کی بددعا دیتے ہیں۔ستڑے مہ شے وہ بیچارہ کام کے عذاب میں لگا رہتا ہے' کھیتی باڑی کررہا ہوتا ہے' اور پسینہ اس کو آرہا ہوتا ہے اور اس کا دم گھٹا ہوتا ہے' یہ کہتا ہے کہ ستڑے مہ شے یعنی خدا تمہیں نہ تھکائے۔گویا اسی میں لگے رہو۔کہیں تھک نہ جانا شام تک اسی میں لگے رہو بددعا نہیں ہے تو اور کیا ہے۔اسی طرح یہ کوئی تک ہے کہ گڈ مارننگ یعنی صبح کو تو ٹھیک رہے' دوپہر کو تباہ وبرباد ہوجائے۔شام کو گڈ ایوننگ کہتے ہیں۔عربوں نے

بھی ان کے نخرے سارے سیکھ لئے۔ صبحک اللہ بالخیر یا صباح الخیر مساء الخیر محدود چیز ہے۔وہ دعا بھی محدود ہے وقت بھی محدود ہے لیکن اس کے مقابل السلام علیکم اتنی اہم چیز ہے کہ خدا نے ہماری جنت کو بھی دارالسلام کہا۔ جنت کو بھی اسی لئے دارالسلام کہتے ہیں کہ ادھر سلامتی ہی سلامتی ہے' دہشتگردی کا کوئی تصور ہی نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ بھی جب ہم سے بات کرے گا تو کوئی اور دعا نہیں کرے گا سترے مہ شے 'صباح الخیر' گڈ مارننگ نہیں کہے گا۔ بلکہ سلام قولا من رب الرحیم ادخلوھا بسلام امنین پھر یہ بھی سلاماً سلاماً یہ سارے آیات اگر آپ حضرات جمع کریں تو معلوم ہوگا کہ سارا قرآن اسی سے بھرا ہے اٹھنا بیٹھنا' رہن سہن سب سلامتی کی لپیٹ میں ہے' تم نے سلامتی کا کہہ دیا تو دوسرے پر واجب ہوگیا کہ آپکو وعلیکم السلام کہے اور ہر حالت میں آپ کو سلامتی کا تحفظ دلائے جواب لازماً دے گا کہ میری طرف سے بھی آپ کو سلامتی ہے' حدیث میں آتا ہے افشو السلام علی من عرفت و من لم تعرف اس کا مطلب یہ ہے کہ جو بھی آپ کو ملے اس میں یہ نہ دیکھے کہ کون ہے۔ آپ سلام پھیلائیں۔ میرے خیال میں تو کوئی تخصیص نہیں ہے۔ وہاں بھی کہا کہ والسلام علی من اتبع الھدیٰ سلام ہی سے حضورؐ کے خطوط شروع ہوتے تھے۔ قیصر و کسریٰ صرف ہدایت کی پیروی کرو۔ ہماری طرف سے دہشت گردی کا تصور بھی نہ کرو۔ ایک اور جگہ ہے کہ المسلم من سلم المسلمون من لسانہ و یدہ مسلمان وہ ہے جس میں ارھابیت اور دہشتگردی نہ ہو۔ المومن من امنہ الناس علی دمائھم و اموالھم۔ یہاں الناس کہا پہلے والے میں مسلمون تھا ادھر مسلمون نہیں الناس کہا گیا یہودی ہو عیسائی ہو جو بھی ہو انسان ہو بنی نوع انسانیت سے ہو۔ تو وہ محفوظ ہوگا۔

<u>اسلام اور مسلمانوں کے خلاف عالم کفر کا پروپیگنڈہ اور شیطانی چال:</u> عالم کفر نے اکٹھے ہو کر ایک شور وطوفان مچادیا اور کہا کہ ایسا شور مچاؤ کہ سب لوگ ہمارے ساتھ ہو جائیں مسلمان کو درندے کی شکل میں پیش کرو بالخصوص آپ جیسے مسلمان جو کہ مسجدوں اور مدرسوں والے ہیں' کہتے ہیں کہ یہ درندے ہیں حقیقت تو ان کو معلوم ہے کہ یہ چوکیدار ہیں اور خزانہ موتی جواھر یعنی قرآن وسنت ان کے پاس ہے یہ اس پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ ساری امت مطمئن ہے کہ الحمدللہ یہ چوکیدار تو ہیں اور خزانہ (دین) محفوظ ہے۔ تو مغرب نے شور مچانا شروع کر دیا کہ اس چوکیدار کو پہلے مسخ کردو' بدنام کرو' شور مچاؤ کہ یہ انسان نہیں ہے درندہ ہے یہ سانپ ہے اور یہ تو بھیڑیا ہے سارا تجزیہ یہی ہے کہ پورا میڈیا پورا عالم کفر تمام اخبارات اسی پر لگے ہوئے ہیں کہ مسلمان کو بھیڑیا ثابت کرو۔ ان کو پتہ ہے کہ اندر درحقیقت سراپا رحمت ہے' بھیڑیا بھیڑیا کے شور میں سارے لوگ اکٹھے ہو جائیں گے۔ وہ کسی نے لطیفہ سنایا تھا کہ ایک شخص اپنی بکری بیچنے منڈی لے جارہا تھا' چوروں نے اس سے بکری چھیننے کے لئے مشورہ کیا کہ تھوڑے تھوڑے فاصلے پر بیٹھ کر اس سے کہیں گے کہ یہ گدھا کتنے کا ہے' تو یہ گدھا سمجھ کر چھوڑ دے گا اور بکری ہمیں مل جائے گی۔ اسی طرح ہوا' راستہ میں ایک

جگہ چور نے کہا کہ بڑے میاں یہ گدھا کتنے کا بیچو گے؟ اس نے کہا کہ پاگل ہو دیکھتے نہیں ہو یہ گدھا ہے یا بکری؟ تھوڑی دور اور گیا تو دوسرے چور نے پوچھا کہ کیا اس گدھے کو منڈی لے جا رہے ہو؟ پھر اس نے اس کو کوسا کہ دیکھتے نہیں گدھا ہے یا بکری؟ تھوڑی دور مزید آگے گیا تو تیسرے چور نے بھی منصوبہ کے مطابق اسے کہا کہ شاید تم گدھے سے تنگ آگئے ہو اور منڈی میں بیچنے کا ارادہ کئے ہوئے ہو۔ اب یہ بیچارہ سٹپٹا گیا اور جلدی سے بکری کو چھوڑ دیا اور دل میں کہا کہ میں پاگل ہوں' یہ سارے کے سارے تو پاگل نہیں ہیں تو وہ (امریکہ) بھی یہی کر رہا ہے کہ قرآن تمہارا دہشتگردی کا ہے۔ نبی رحمت دہشتگردی کا ہے اور جہاد کی جو باتیں ہیں یہ بھی دہشتگردی کی ہیں۔ کہتے ہیں کہ اتنا شور مچاؤ کہ پھر سارے کے سارے لوگ ہمارے ساتھ ہو جائیں۔

<u>مشرق بھی مغرب کی چال میں آ گیا:</u> اس پروپیگنڈہ سے اب کم بخت مشرق بھی مغرب کے ساتھ ہو گیا ہے۔ ہم جاپانیوں سے اور فار ایسٹ کے لوگوں کے ساتھ لڑتے ہیں کہ بدبختو تم ان کا ساتھ کیوں دے رہے ہو؟ تم ہیروشیما وغیرہ سب بھول گئے ہو ان درندوں نے تو تمہارے شہر کے شہر مٹا دیئے تھے۔ مگر جاپان بھی ان کے ساتھ ہے۔ میں ان کو کوستا ہوں کہ بے غیرتو! تم تو مشرق کے لوگ ہو تو جواب میں جاپانی کہتے ہیں کہ ہم کیا کریں وہ شور مچا رہے ہیں کہ یہ سب درندے ہیں پھر وہ کہتے ہیں کہ ہم سب پروپیگنڈے کی زد میں آ گئے ہیں کہ مسلمان دہشت گرد ہے اگر اسے نہ مٹایا گیا تو کوئی محفوظ نہیں ہو گا۔ گویا مشرق اور مغرب سارا ایک ہو گیا یہودیت اور عیسائیت ساری ایک ہو گئی اور مشرک تو ہے ہی ان کے ساتھ۔ کمیونزم اور کیپٹلزم ایک ہو گیا جو کچھ امریکہ کہتا ہے' چین بھی اسکا ساتھ دیتا ہے۔ وہ کیوں؟ اس لئے کہ چین بھی کہہ رہا ہے کہ میں بھی ڈر رہا ہوں' ان کو (امریکہ) ڈرا رہا ہے کہ یہ مولوی اب وہاں آئیں گے اور آپ کے چینی ترکستان سنکیانگ کے مسلمان اٹھیں گے اور آپ کو کھا جائیں گے۔ آپ کے لئے فضا بہت خراب ہو گی۔ پرویز بھی یہی کہہ رہا ہے' تقریریں ہر وقت کرتا پھرتا ہے کہ انتہا پسندی نہیں چاہیے اس کے دماغ میں بھی یہ بٹھا دیا گیا ہے ہر شخص اور قوم کے ذہن میں یہ بات ڈال دی گئی کہ دین دہشتگردی ہے تو دین کو مٹاؤ اور پہلا حملہ مدرسوں پر کرو۔

<u>دہشت گردوں کا پہلا ٹارگٹ نظام تعلیم:</u> اس وقت ان کا پروگرام یہ ہے کہ دہشتگردی کا پہلا نشانہ آپ کا نظام تعلیم ہو۔ صلیبی دہشت گردی کا پہلا ٹارگٹ حکمران نہیں' فوج نہیں' امت مسلمہ کی تعلیم ہے۔ دینی مدرسے کی تعلیم تو ان کو خود زہر لگتی ہے کیونکہ وہ تو سراسر دین کی حفاظت کا ذریعہ ہے۔ لیکن کالجوں یونیورسٹیوں اور سکولوں کے سلیبسوں میں جو دینی تعلیم کے برائے نام چند صفحات ہیں اس کو بھی وہ مٹانا چاہتے ہیں۔ خواہ یہ مدینہ میں ہو مکہ میں ہو یا پاکستان میں ہو وہ سارے نظام تعلیم کو تباہ کرنا چاہتا ہے اور اس کیلئے کروڑوں اربوں ڈالر رکھے گئے ہیں کہ پاکستان میں دینی مدارس کی اصلاح کر دو یعنی اسکی روح نکال کر ختم کر دو۔ بات لمبی ہو گئی۔ میں عرض کر رہا تھا کہ آپ اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں بھی اہم ہیں رسول اللہ کی نگاہ میں بھی اہم ہیں اور کائنات کیلئے بھی اہمیت کے حامل ہیں لیکن اب دشمن کی نگاہ میں بھی آپ اہم ہیں۔

امریکی ایجنڈا اور مستقبل کے خطرات: یہ جو کچھ بھی آپ کے پاکستان میں ہو رہا ہے یہ سب امریکی ایجنڈے کا حصہ ہے۔ سیکولر طاقتوں کو آگے لایا جا رہا ہے جہاں ذرا تھوڑی بہت دینی حس ہو ان کو اس سے خطرہ ہے ہم پر سخت دن آنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی اس امت کی حفاظت کرے خدا نہ کرے اگر ہم کمزور پڑ گئے ضعیف ہو گئے یہ ہمارے مدرسے نہ ہوں یا ہم انتشار کے شکار ہو گئے تو پھر تاشقند و سمرقند والے حالات ادھر پیدا ہوں گے۔ یہ ساری فضا اسی لئے بنائی جا رہی ہے کہ آتے ہی حدود آرڈیننس ختم کردو کون ہوتا ہے مسلمان کہ کسی عورت اور مرد کو زنا سے روکے۔ مرد و عورت کی مرضی ہے' حدود آرڈیننس تو یہی ہے کہ انسان کو انسانیت کے دائرے میں رکھا جائے لیکن وہ تو کہتے ہیں کہ مرد کا مرد سے شادی رچانا جائز ہے۔ جلوس نکالے جا رہے ہیں' مظاہرے ہو رہے ہیں' پارلیمنٹ میں قرار دادیں پاس کرائی جا رہی ہیں۔ ابھی بعض ممالک میں اس سلسلے میں ریزولیشن پاس ہوئی کہ مردوں کو مردوں سے نکاح کا حق دے دو' لواطت اور زنا ان کے نزدیک کوئی مسئلہ (عیب) نہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ (مسلم) معاشرہ بھی ہماری طرح ہو جائے۔

طالبان کا جرم اور تہذیبوں کا ٹکراؤ: طالبان کا سب سے بڑا جرم یہی تھا کہ وہ انسانوں کو انسانوں کی طرح رکھنا چاہتے تھے۔ وہ فحاشی' بے حیائی اور بے حجابی کے روادار نہیں تھے اور انسانیت کا حیوانات سے مابہ الامتیاز چیز تو یہی ہے۔ لیکن وہ سب (مغرب) پیچھے پڑ گئے' حقیقت میں نہ اسامہ مسئلہ تھا نہ کچھ اور اگر طالبان لکھ کر بھی دیتے کہ اسامہ لے لو یا دے بھی دیتے تو بھی امریکہ رکنے والا نہیں' امریکہ چاہتا تھا کہ ہمیں طالبان یہ لکھ کر دیں کہ طالبان ہمارے اس نظام کے خلاف ایک نئی تہذیب کی جڑیں نہیں لگائیں گے۔ وہ اپنی تہذیب مسلط کرانا چاہتے تھے اور یہ تہذیبوں کی جنگ ہے' تہذیبوں کی اس جنگ میں سارے بدتمیز اور بدتہذیب حیوانی طاقتیں یہود و نصاریٰ گوتم بدھ والے کمیونسٹ اور ہندوستان کے مشرک سب ایک ہو گئے۔

حالات جنگ اور قحط الرجال: تو ایسے حالات میں ہم انتہائی آزمائش میں ہیں اس سلسلہ میں انابت الی اللہ اور الحاح و تضرع بھی جاری رکھیں' میں اسی لئے کہتا ہوں کہ ایسے حالات میں کسی عالم کا جانا ایسا ہوتا ہے کہ جیسے عین حالتِ جنگ میں مورچے پر بیٹھے۔ انہوں نے مورچے سنبھالے ہوئے ہیں۔ یہ مفتی زین العابدین کی شکل میں ہو یا حضرت شیخ مولانا نذیر احمد کی شکل میں ہو' مولانا منظور احمد چنیوٹی کی شکل میں ہو۔ جو ایک ایک کر کے ہمیں ان دنوں داغ مفارقت دے گئے۔ آج میں کہہ رہا تھا کہ بدقسمتی سے فیصل آباد یتیم ہوتا جا رہا ہے بلکہ ہو گیا ہے یعنی مولانا ضیاء القاسمی بھی چلے گئے' یہ شیخین جو یہاں کے تمغے اور جھومر تھے۔ ان حضرات نے دعوت و تبلیغ درس و تدریس اور جہاد کے میدانوں میں مثالیں قائم کیں تو عین وقت میں جب ہم جنگ میں لگے ہیں اور قحط الرجال ہے ان حالات میں ایک اچھا کمانڈر چلا جائے تو کتنی بڑی بدقسمتی ہو گی۔ وہ کمانڈر پاکستان کے جس حصے سے بھی جاتا ہے ہم بہت کمزور ہوتے جا رہے ہیں اگر عام حالات ہوتے تو پھر ایسا کوئی مسئلہ نہ ہوتا خاص حالات میں اس سے بہت زیادہ فرق پڑتا ہے۔

سعید بن جبیر اور حجاج بن یوسف: حجاج بن یوسف نے بے شمار علماء تابعین اجلہ اکابر کو قتل کیا مگر اللہ نے ڈھیل دے رکھی ہے آخر میں اس نے سعید بن المسیبؒ اور سعید بن جبیر کو بھی نہ چھوڑا اور تاریخ میں ہے کہ اس ظالم نے جب سعید بن جبیر کو قتل کر دیا تو کہتے ہیں اسوقت سعید بن جبیر کا کوئی متبادل نہیں تھا' قحط الرجال تھا۔ یہ آخری نشانیاں تھیں اس کے قتل کرنے کے بعد اس پر دورے پڑنے شروع ہو گئے۔ اس سے پہلے اس کو کسی اور کا احساس نہ تھا لیکن جب اس کو مارا تو اس پر اللہ نے ایک بیماری مسلط کر دی' ہڑ بڑا کر بیٹھ کر چیختا تھا کہ سعید سعید سے بچاؤ' بھرے دربار میں اچانک چیختا تھا اور دورہ آجاتا تھا۔ سعید سعید کہہ کر پاگلوں کی طرح چلاتا تھا۔ تاریخ میں عجیب بیان ہے تو لوگوں نے لکھا ہے کہ یہ اس لئے ہوا تھا خدا نے اس کو سزا دی۔ قحط الرجال تھا اور یہ آخری شخص تھا پہلے ایک کے بعد دوسرا جگہ لیتا تھا دوسرے کے بعد تیسرا جگہ لے لیتا تھا اور ہزاروں ہوتے تھے' شہر کے شہر آباد تھے

معرکہ حق و باطل میں اکابر کا اٹھ جانا: لیکن اگر آخری حالات میں کسی پر ایسا سانحہ آجائے تو اس پر صدمہ اس لئے بڑا ہوتا ہے کہ ان لوگوں کا متبادل نہیں ہوتا۔ اب ہر جگہ ہمیں بہت بڑی تعداد کی ضرورت ہے کیونکہ چیلنج سر پر آ گیا ہے۔ اور ہمیں معرکہ درپیش ہے صلیب و اسلام کا معرکہ ہے' صلیب و طالبان کا معرکہ ہے حق و باطل کا معرکہ ہے اور انسانیت اور حیوانیت درندگی اور شرافت کا معرکہ ہے' بہرحال آپ طلبہ لوگ ہمارا سرمایہ ہیں' آپ لوگ اپنے آپ کو قیمتی سمجھ کر قیمتی بنائیں' آپ کیوں اتنے زیادہ قیمتی ہیں۔ اس لئے کہ آپ کا مقام بہت بڑا ہے۔ اور ذمہ داریاں بڑی نازک ہیں آپ نے میدان میں اترنا ہے۔ ہمارا یہ سرمایہ رہے گا تو عالم اسلام غلام نہیں ہو سکے گا۔ ملت مسلمہ کو نہیں مٹایا جاسکے گا۔ ان شاء اللہ ہم سب دعا کرتے ہیں۔

ان اکابرین کے ساتھ میرا تعلق: حضرت مولانا مرحوم کی مجھ سے بڑی شفقت تھی وہ سیاسی شخص نہیں تھے اور سیاست سے اپنے آپ کو بہت دور رکھتے تھے علم دین تدریس اور روحانیت ان لوگوں کا یہ خاص مزاج تھا۔ اور میں بھی اس معنی میں سیاسی شخص نہیں تھا لیکن پھر بھی عرف میں ایک سیاسی شخص تھا' تہمت تو ہم پر لگی ہوئی ہے لیکن میرے ساتھ انہوں نے ہر معاملے میں شفقت کا ہاتھ رکھا جو بھی ہماری یہ تحریکیں چلیں اور جو جدوجہد ہوئی تو وہ ہمیں دعائیں دیتے تھے۔ عام مزاج سے ہٹ کر یہاں آپ سے خطاب کا حکم دے دیتے تھے' یہی حالت حضرت مفتی زین العابدین مرحوم کی تھی کوئی بھی سخت معرکہ آیا تو بیماری کی حالت میں انہیں اٹھا کر وہاں اکوڑہ خٹک لایا گیا' یہی حضرت شیخ کی شفقت تھی' ان کی دعائیں تھیں میرے ساتھ کچھ نہیں سوائے ان اکابر کے توجہ و اخلاص کے اور یہی ہمارا سرمایہ تھا ہم جیسے لوگ تو بہت یتیم اور بے سہارا ہو جاتے ہیں' جب اور کچھ نہ ہو اور یہ سہارا بھی چلا جائے' سب دعا فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ اس خلاء کو پُر فرمائے۔ اور حضرت کی برکات جاری و ساری رکھیں۔ ان شاء اللہ یہ ہر طالب علم اور حضرت کا ہر فرزند باقیات الصالحات ہوگا اور یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔ واخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین۔

بحث ونظر مولانا ڈاکٹر اکرام اللہ جان قاسمی*

(قسط ۳)

اسلام......مذہب رواداری یا دہشت گردی و انتہا پسندی؟!

جبکہ دوسری عالمی جنگ میں ۳۵ ملین انسان ہلاک ہوئے۔ بیس بلین ہاتھ پاؤں سے معذور ہوئے۔ سترہ ملین لیٹر خون زمین پر بہایا گیا۔ بارہ ملین حمل ساقط ہوئے۔ تیرہ ہزار پرائمری وسکینڈری سکول' چھ ہزار یونیورسٹیاں اور آٹھ ہزار لیبارٹریاں ویران وبرباد ہوگئیں۔[۱۰۵]

جنگ عظیم دوم کے اختتام پر اخبارات میں یہ خبر لگی کہ روس نے امریکی کارخانوں سے یہ خواہش ظاہر کی ہے کہ وہ چالیس لاکھ مصنوعی ٹانگیں تیار کریں جو جنگ میں لنگڑے لولے ہوجانے والے فوجیوں کو لگائے جائینگے۔[۱۰۶]

مذکورہ بالا تمام واقعات میں مذہبی انتہاء پسندی بنیادی عنصر کے طور پر یا دیگر اسباب کیساتھ ایک بنیادی سبب کے طور پر کارفرما رہی ہے۔ اب آیئے دیکھتے ہیں ماضی قریب یا زمانۂ حال میں مذہبی انتہاء پسندی کی کیا حالت ہے۔

عصر حاضر میں مذہبی انتہاء پسندی کی مثالیں

انسان نے اکیسویں صدی میں قدم رکھا۔ اس نے بے مثال سائنسی ترقی کی۔ ہوا کے دوش پر اڑ کر مہینوں کا سفر گھنٹوں میں طے کرنے لگا۔ مواصلات کے برق رفتار نظام' ڈاک' ٹیلیفون' موبائل فون اور فیکس وغیرہ نے انسان کا انسان کے ساتھ رابطہ مستحکم' ہمہ وقت اور تیز کردیا۔ ریڈیو' ٹی وی' کیبل نیٹ ورک نے اسے پل پل کی خبروں سے باخبر رکھا۔ اب وہ جنگل میں رہ کر گھربار کے احوال سے باخبر اور مستقل رابطے میں رہتا ہے۔ کمپیوٹر' انٹرنیٹ اور اس کی متنوع دنیا نے علوم وفنون اور معلومات کو ہر انسان کے دسترس میں دے دیا ہے۔ ایک عظیم الشان کتب خانہ چند روپوں کی ایک سی ڈی میں ڈال کر کوئی بھی جیب میں پھرا سکتا ہے۔ ان آسائشوں اور اس طرح کی دیگر سائنسی آلات نے دنیا کو ایک عالمی گاؤں (Global Village) میں تبدیل کردیا ہے۔

مگر یہ بھی حقیقت ہے کہ انسان نے مادی ترقی تو کرلی ہے مگر خود اپنے طور پر روحانی اور اخلاقی لحاظ سے روز بروز دیوالیہ پن کا شکار ہوتا جارہا ہے۔ سائنس نے اگر اسے سہولتیں دی ہیں تو دنیا کو آناً فاناً تباہ کرنے کا ذریعہ ''ایٹم بم'' بھی ہوس گیر ہاتھوں میں دیدیا ہے۔ بے حیائی' فحاشی اور تن آسانی کے رسوا کن تحفوں سے بھی نوازا ہے۔ مذہبی' علاقائی'

* ڈائریکٹر مرکز تحقیق اسلامی' پشاور

نسلی اور رنگوں کے تعصبات نے جلتی پر تیل کا کام دیا ہے۔ جس سے جنگل کا قانون ''جس کی لاٹھی اس کی بھینس'' نافذ ہو چکا ہے۔ قبر کے کیڑوں کی طرح کہ لاش ختم ہونے کے بعد ایک دوسروں پر پل پڑتے ہیں ہر بڑی طاقت چھوٹی طاقت کو ختم کرنے کے درپے ہے۔ ہر ایک اپنی بالاتری کی سرگرمی (Struggle For Existance) کیلئے سرگرم عمل ہے۔ اس صورتِ حال سے ساری دنیا عموماً اور عالمِ اسلام خصوصاً متاثر ہوا ہے۔ عالمِ اسلام انڈونیشیاء سے مراکش تک اور اندلس سے یمن تک' یہودیت' عیسائیت' اشتراکیت' اشتمالیت' سوشلزم' لادینیت' افرنگیت' برہمنیت اور مغربی طاغوتی طاقتوں کے جال میں جکڑا ہوا ہے۔ مغرب کی یہودی لابی نے دنیائے عرب کی پیٹھ میں اسرائیل کا چھرا گھونپ دیا ہے۔ اپنے خبثِ باطن کو چھپا کر اسے ''دہشت گردی کے خلاف جنگ'' قرار دیتے ہوئے بھی ان کے منہ سے کبھی بے خیالی میں نکل جاتا ہے کہ ''صلیبی جنگوں کا دوبارہ آغاز ہو چکا ہے''۔

کشمیر' فلسطین' عراق' افغانستان' بوسنیا' چیچنیا' ایران اور لیبیا پر حملے اور ان کے خلاف عالمی پابندیاں اسی جذبے کی عکاسی کرتی ہیں۔ مسلمان کی مثال ایسی بن چکی ہے جیسے ایک ظالم نے کسی مظلوم کو دبوچا ہو۔ اس پر گھونسوں اور لاتوں کی بارش کر رہا ہو لیکن اگر مظلوم آہ وفریاد کیلئے منہ کھولے تو اس کے منہ پر ایک زوردار طمانچہ مزید رسید کر کے کہا جاوے کہ ''چپ کر بدمعاش''۔ مسلمان کو ہر جگہ پیٹا بھی جا رہا ہے اور ''دہشت گرد'' و ''انتہاء پسند'' کے طعنے بھی دیئے جا رہے ہیں۔ عالمی طاغوتی طاقتوں کی قانونی پشت پناہ اقوامِ متحدہ (UNO) بظاہر خاموش تماشائی اور بے بس بیٹھی ہے مگر درپردہ وہ ان کی مذموم خواہشات کی تکمیل میں ممد ومعاون ہے۔ آیئے عالمی سطح پر انتہاء پسندانہ عزائم کے مظاہر کا جائزہ لیں۔

امریکہ :

روسی ریاستوں کا شیرازہ بکھرنے کے بعد امریکہ دنیا کی واحد سپر پاور کے طور پر اُبھرا۔ اس نے برداشت اور رواداری اپنانے کے بجائے پوری دنیا پر حکمرانی کے خواب دیکھنا شروع کیئے۔ امریکہ داخلی طور پر ماضی میں بدترین نسلی امتیاز کا شکار رہا ہے۔ اب بھی نسلی تعصب امریکی معاشرے کی پیشانی پر بدنما داغ ہے۔ امریکہ میں سیاہ فاموں کو رسوا کرنا امریکی تہذیب کا طرۂ امتیاز رہا ہے۔ وہاں پر سیاہ فاموں کو سفید فاموں کے ہم پلہ بننے کیلئے آگ اور خون کے دریا سے گذرنا پڑا۔ انصاف' مساوات اور فراخ دلی کے کھوکھلے نعروں کے باوجود مذہبی اور نسلی امتیاز کو روز بروز ہوا دی جا رہی ہے۔ خواتین کی آزادی کے نام پر خواتین عدم تحفظ کا شکار ہیں۔ امریکی میڈیکل ایسوسی ایشن کی ایک تحقیقاتی رپورٹ کے مطابق امریکہ میں ہر سال ۸ لاکھ خواتین زنا بالجبر کا شکار ہوتی ہیں۔ ہر پندرہ سیکنڈ کے بعد ایک خاتون بے آبرو ہوتی ہے۔ ان میں ۱۹ تا ۲۱ سال کی خواتین زیادہ ہیں۔ روزانہ ۱۵ تا ۲۵ سال عمر کی خواتین کی لاشیں ملتی ہیں۔ (۱۰۷)

بڑی طاقتیں بے تحاشا جنگی ساز وسامان تیار کرتی ہیں جس کی فروخت کیلئے انہیں منڈیوں کی تلاش ہوتی

ہے۔ یہ طاقتیں مسلمانوں کو آپس میں لڑا کر ایک تیر سے دو شکار کھیلتی ہیں۔ اسکی ایک مثال عراق ایران جنگ ہے۔ ۱۹۷۹ء میں ایران میں وہاں کا مذہبی انقلاب آیا۔ امریکہ کو خطرہ تھا کہ اسلامی دنیا کیلئے یہ انقلاب نمونہ بن کر دوسرے اسلامی ممالک اسکی تقلید نہ کر لیں۔ عراق ان دنوں تیل کی دولت سے اسلحہ سازی کے ارتقائی مراحل طے کر کے ایٹمی طاقت حاصل کر رہا تھا۔ امریکہ نے عراق کی قیادت کو شیشے میں اتار کر ایران پر حملے کیلئے برانگیختہ کیا۔ ۱۹۸۰ء سے ۱۹۸۸ء تک دونوں ملک بے فائدہ جنگ لڑتے رہے اس جنگ میں چار لاکھ عراقی اور چھ لاکھ ایرانی مارے گئے۔ اور بیسوؤں ارب ڈالر خرچ ہوئے۔ جس سے نہ صرف دونوں ملکوں بلکہ عالم اسلام کی قوت اور اتحاد کو سخت دھچکا لگا۔

اس طرح بڑی طاقتیں مشرق وسطی سے تیل اور دوسری دولت ہتھیانے کی فکر میں رہتی ہیں۔ ایک بار پھر عراق' امریکہ کے دام فریب میں آ گیا اور یکم اگست ۱۹۹۰ء کو کویت پر حملہ کر بیٹھا، امریکہ کو موقع ملا اور عراقی جارحیت کے جواب کے بہانہ پر عرب ممالک میں اپنا فوجی تسلط قائم کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ اس دوران سعودی عرب اور کویت کو نہ صرف ہتھیار فروخت کئے بلکہ فوج اور جنگ کے بھاری اخراجات بھی وصول کئے اور سعودی عرب جو عالم اسلام پر اپنا مال خرچ کرتا تھا اب اندرونی طور پر ٹیکسز لگانے پر مجبور ہو گیا۔

دنیا کے واحد سپر پاور ''امریکہ'' کو اسرائیل کیخلاف اقوام متحدہ کی ۶۰ کے قریب قرار دادیں نظر نہیں آتیں آج تک ایک قرارداد پر عمل نہیں کروا سکا۔ مگر عراق کیخلاف ایک قرارداد کی بنیاد پر پورے ملک کو نیست و نابود کر دیا۔

امریکہ نے دوبار عراق کے خلاف فوج کشی کر کے تاریخ میں بدترین بربریت اور وحشت کا مظاہرہ کیا ہے۔ اس نے اتحادیوں کے ذریعہ عراق کے خلاف پہلی جنگ میں ۴۲ دنوں میں ۸ ہزار ٹن بارود برسایا جو ہیروشیما پر گرائے جانے والے بارود سے سات گنا زیادہ تھا۔ امریکی وزارت دفاع پنٹاگون کے مطابق ایک لاکھ دس ہزار بم برسائے گئے۔ یعنی ۴۲ دنوں میں اس جنگ میں اوسطاً ہر دو منٹ بعد ایک بم گرایا گیا اور یہ سارے بم جنگی نوعیت کی اہمیت والی جگہوں کے علاوہ کنوؤں' پانی کے ذخیروں اور رہائشی مقامات پر گرائے گئے۔ اس جنگ میں تقریباً دو لاکھ عراقی فوجی اور سویلین کام آئے۔ اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کا ۶ راگست ۱۹۹۰ء کا فیصلہ اس سے بھی زیادہ بھیانک نتائج کا حامل تھا۔ عالمی سطح پر سلامتی کے ٹھیکیداروں کے اس فیصلہ کے نتیجہ میں عراق پر تجارتی پابندیاں عائد کئے جانے کے نتیجہ میں پانچ سال کے اندر اندر پانچ لاکھ عراقی باشندے موت کے منہ میں چلے گئے۔ ۵ سال اور اس سے کم عمر کے ساڑھے تین لاکھ بچے لقمہ اجل بن گئے۔ (۱۰۸) عرب عراق جنگ میں عرب دنیا کو ۶۷۰ بلین ڈالر کا نقصان برداشت کرنا پڑا ہے جو کہ پوری دنیا کے بیرونی قرضوں کی رقم سے دوگنا ہے۔

۱۱ ستمبر ۲۰۰۱ء کو امریکہ میں ایک بڑا سانحہ پیش آیا۔ ہائی جیکروں نے جہازوں کو اغوا کر کے نیویارک کی مشہور ترین عمارت ورلڈ ٹریڈ سنٹر سے ٹکرا کر اس بلڈنگ کو زمین بوس کر دیا اس میں موجود چار ہزار افراد ہلاک ہو گئے۔

حملہ کا ذمہ دار اُسامہ بن لادن اور اس کی تنظیم القاعدہ کو ٹھہرایا گیا۔ امریکہ نے طالبان کو الٹی میٹم دیا کہ بن لادن سمیت القاعدہ کے اہم ارکان امریکہ کے حوالے کیئے جائیں۔ طالبان نے اس کے جواب میں کہا کہ بن لادن پر افغانستان کے اندر مقدمہ چلایا جائے گا۔ امریکہ نے اس تجویز کو مسترد کیا اور اُسامہ کے حوالہ نہ ہونے کی صورت میں ۷ راکتوبر کو امریکہ نے شمالی اتحاد کی مدد سے طالبان کے خلاف افغانستان پر حملہ کر دیا۔ دو مہینے کے اندر اندر طالبان حکومت ختم کر دی گئی۔ افغانستان پر تاریخ کی بدترین جنگ مسلط کر دی گئی۔ تورا بورا میں اسامہ کو ختم کرنے کیلئے وہ بم استعمال کئے گئے جس سے کئی میلوں تک آکسیجن ختم ہو جاتی تھی اور انسانوں سمیت ہر ذی روح ختم ہو جاتا۔ اس بمباری میں تقریباً تیس ہزار افراد ہلاک ہوئے۔ بے گناہ ہزاروں شہریوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا اور سینکڑوں عمارتیں ملبہ کا ڈھیر بن گئیں۔ ستم بالائے ستم یہ کہ طالبان کے گرفتار شدہ رہنماؤں اور القاعدہ کے شک میں بہت سارے افراد کو گوانتانا موبے (کیوبا) میں قید کر دیا گیا جہاں ان کو ذہنی کوفتوں اور جسمانی اذیتوں کے ساتھ ساتھ تذلیل نفسی کا نشانہ بنایا گیا ان پر کسی عدالت میں مقدمہ چلائے بغیر ذاتی انتقام میں یہ سب کچھ کیا گیا اور ہنوز یہ سلسلہ جاری ہے۔

امریکہ کی طرف سے خون مسلم کی ارزانی میں افغانستان پر بے جا تسلط ابھی جاری تھا کہ ایک بار پھر عراق کے خلاف میدان جنگ گرم کیا گیا۔ اس بار جنگ کیلئے یہ جواز بنایا گیا کہ عراق کے پاس مہلک ایٹمی ہتھیار ہیں۔ یہاں امریکہ بہادر سے یہ کون پوچھے کہ سب سے زیادہ یہی ہتھیار تیرے پاس اور اسرائیل کے پاس موجود ہیں۔ جو چیز تمہارے لئے جائز اور ضروری ہے وہ دوسروں کے ہاتھ میں کیوں نہیں ہوسکتی اور اگر یہ ہتھیار انسانیت دشمن ہیں تو تیرے ایٹمی ذخیرے پر بھی یہی تعریف صادق آتی ہے۔ پھر دنیا نے دیکھا کہ عراق کو ظلم وستم کا تختۂ مشق بنایا گیا۔ پورے ملک پر بے تحاشا بمباری کی گئی۔ جانی و مالی نقصانات کے علاوہ پورے ملک کو کھنڈرات میں تبدیل کر دیا گیا۔ مگر وہ ایٹمی ہتھیار برآمد نہ ہوسکے جس کو بہانہ بنا کر یہ ساری کاروائی کی گئی تھی۔ ایٹمی ہتھیار برآمد نہ ہونے کا اعتراف برطانیہ اور اب امریکہ نے بھی کر لیا ہے۔ بلکہ بی بی سی نے واضح طور پر یہ کہہ دیا تھا کہ جنگ سے قبل عراق کے ایٹمی ہتھیار کے بارے میں غلط اعداد وشمار اور معلومات فراہم کرنے کے بارے میں ہمارے اوپر دباؤ تھا۔ جس کا حقیقت کے ساتھ بہت کم واسطہ تھا۔

روس : (افغانستان پر یلغار) روس کے مظالم کی داستان بڑی طویل ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ یہاں پر صرف سوشلزم انقلاب برپا کرنے کیلئے چار کروڑ افراد کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا ہے۔ روس نے ظاہر شاہ کے وقت سے افغانستان میں اپنے اثرات کے نفوذ کیلئے راہ ورسم بڑھا دیئے تھے۔ افغان صدر ظاہر شاہ بیرون ملک کے دورے پر تھا کہ سردار داؤد نے اس کا تختہ الٹ دیا۔ اپریل ۱۹۸۷ء میں نور محمد ترکی کی قیادت میں صدر داؤد کا تختہ الٹ کر کمیونسٹ انقلاب برپا کر دیا گیا۔ افغانستان کا پورا ملک اسلامی اور مقامی روایات پر سختی سے کار بند ہے۔ ملک میں

خانہ جنگی چھڑ گئی۔ ۲۵ ردسمبر ۱۹۷۹ء کو روسی افواج نے افغانستان پر حملہ بول دیا۔ امریکہ نے اپنے مقاصد کے حصول کیلئے روس مخالف عناصر کو اسلحہ، رقم اور سامان رسد کی فراہمی شروع کر دی۔ اگلے آٹھ نو برس میں امریکہ نے ان عناصر کو دو ارب ڈالر کا اسلحہ دیا۔ ستمبر ۱۹۸۶ء میں امریکہ نے مجاہدین کو اینٹی ائر کرافٹ میزائل دینے شروع کیے جس سے جنگ کا پانسہ پلٹ گیا۔ سینکڑوں روسی طیارے گرنے سے روس کی کمر ٹوٹ گئی۔ اس جنگ میں ۳۵ ہزار کے قریب روسی ہلاک ہوئے۔ بالآخر فروری ۱۹۸۹ء تک روسی افواج کو ذلت آمیز شکست کے بعد افغانستان سے نکلنا پڑا۔ یہی شکست آخر کار روس کے ٹوٹ پھوٹ کا ذریعہ بنی اور اس کے کئی حصے بخرے ہو گئے۔ روس کا افغانستان سے نکلنا تھا کہ امریکہ مہربان نے نظریں پھیر لیں۔ اب اس نے روایتی ہرجائی پنے سے کام لے کر افغان مجاہدین اور ان کے بوجھ سے سب سے زیادہ متاثر ملک پاکستان کو بے یار و مددگار چھوڑ دیا۔ افغانستان جہاد میں ۱۵ لاکھ افغان مجاہدین و عوام نے جام شہادت نوش کیا۔ اور پورا ملک کھنڈرات کا نمونہ بن گیا۔

روس۔ چیچنیا مظالم : افغانستان پر ظلم کے پہاڑ توڑنے کی پاداشت میں روس کا اندرونی توازن بگڑ گیا اور وہ سپر پاور ہونے کے باوجود اپنی وحدت قائم نہ رکھ سکا۔ اس توازن کے بگاڑ کے سبب وسط ایشیاء کی چھ مسلم ریاستیں آزاد ہو کر خود مختار حیثیت اختیار کر گئیں۔ ۱۹۹۱ء میں چیچنیا نے بھی روس سے الگ ہو کر اپنی خود مختاری کا اعلان کیا۔ چیچنیا کی ایک ملین میں ۸۰ فیصد سنی مسلمانوں کی آبادی ہے۔ روس نے ۱۹۹۴ء تا ۱۹۹۶ء چیچنیا پر جنگ مسلط رکھی۔ اور وہاں کے مسلمانوں کو قوت کے بل بوتے پر دبانے کا یہ سلسلہ ہنوز جاری ہے۔

چیچن مجاہدین کے ویب سائیٹ ''کوہ قاف'' کے مطابق اب تک چیچنیا کو مندرجہ ذیل تباہی کا سامنا کرنا پڑا۔

نوع آبادی	کل تعداد	تباہ شدہ املاک
مساجد	۴۱۲	۳۹۹
چرچ	۹	۵
لائبریریاں	۷۱۷	۵۸۰
کالج و یونیورسٹیاں	۱۰	۱۰
سکول و ہاسٹل	۸۹۲	۸۵۱
جمنازیم	۴۱۲	۲۴۳
ہوٹل	۳۶۰	۳۶۰
سٹیڈیم و سپورٹس کمپلکس	۲۴	۲۱
پارک و تفریح گاہیں	۴۳	۳۹
میوزیم، یتیم خانہ، چڑیا گھر	ایک، ایک، ایک	تمام (۱۰۹)

بوسنیا : یوگوسلاویہ میں چھ کی وحدت سے ۱۹۹۱ء میں تین ریاستیں الگ ہوگئیں ۔۱۹۹۲ء میں بوسنیا کی پارلیمنٹ نے بھی کروشیا اور سربیا کی طرح خودمختاری اختیار کرلی۔ یوگوسلاویہ اور سرب عیسائی' بوسنیائی مسلم ریاست کو ہرگز برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ چنانچہ سربوں نے البانوی نژاد مسلمانوں کا قتلِ عام شروع کر دیا۔ بوسنیا میں خون ریزی' عصمت دری اور گینگ ریپ کا انسانیت کُش اور اخلاق سوز بازار گرم رہا اور تین لاکھ البانوی نژاد مسلمان گھر بار چھوڑنے پر مجبور ہوگئے۔ سربیا میں عیسائیوں کی درندگی اور مظالم کی داستان بڑی طویل ہے۔ ایک روح فرسا اور رونگٹے کھڑے کر دینے والا واقعہ ملاحظہ ہو۔

مشرقی بوسنیا کے علاقے تزلا کے قرب و جوار میں ایک غم سے نڈھال عینی گواہ کے مطابق تین مسلمان لڑکیوں کو جنگلے سے باندھ دیا گیا۔ ان سے اجتماعی آبروریزی کی گئی پھر تین روز کے بعد ان لڑکیوں پر پٹرول چھڑک کر انکو زندہ جلا دیا گیا۔ (۱۱۰) سربوں کے ہاتھوں ۱۹۹۵ء میں شہید ہونے والے ہزاروں بوسنیائی باشندوں کی اجتماعی قبریں دریافت ہوئی ہیں۔ یہ قبریں ان آٹھ ہزار بوسنیائی باشندوں میں سے بعض کی ہیں جو ۱۹۹۵ء میں لاپتہ ہوگئے تھے۔ اور بعد میں ان کا کوئی سراغ نہیں مل سکا۔ ان کو سربوں نے پشت پر ہاتھ باندھ کر قتل کر دیا تھا اور پھر اس کا ثبوت مٹانے کیلئے بلڈوزروں کے ذریعہ ان قبروں کو ہموار کر دیا گیا تھا۔ اب تک ساڑھے تین ہزار افراد کی قبریں دریافت ہو چکی ہیں۔ (۱۱۱) بوسنیا میں جنگ بندی کے ایک سال بعد ایک برطانوی صحافی نے وہاں کی جو دلخراش رپورٹ پیش کی اس کا کچھ حصہ ملاحظہ ہو۔

''جن علاقوں میں سرب درندوں کا قبضہ ہوا وہاں مسلمانوں کو ہر جگہ سے جمع کیا گیا ان کو دریاؤں کے پلوں پر لے جا کر جانوروں کی طرح لٹا کر ذبح کیا گیا۔ اور ان کی لاشوں پر مٹی ڈال دی گئی۔ اقوام متحدہ کے کیمپوں میں پناہ گزین مسلمانوں پر بھی سرب درندوں نے حملے کئے۔ ہتھوڑوں سے ان کے سر کچل دیئے کھوپڑیاں توڑ ڈالیں۔ معصوم بچوں کو گنوں کے بٹوں سے مار مار کر موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ بعض شہروں میں بڑے بڑے تندوروں میں مسلمانوں کو زندہ جلا دیا گیا۔''(۱۱۲) انسانی تاریخ کے اس سیاہ ترین جرم اور وحشت و بربریت کے اس قتل عام میں بوسنیا کے دس لاکھ مسلمانوں میں سے ڈھائی لاکھ مسلمان صلیبی سربوں کے ہاتھوں انتہائی بے دردی سے قتل کر دیئے گئے۔ (۱۱۳)

اسرائیل : یہود اپنی سازشی ذہن' ریشہ دوانیوں اور انسان دشمن پالیسوں کی وجہ سے ہمیشہ تاریخ انسانی میں معتوب' ذلیل اور بے بس رہے ہیں۔ اور دَر دَر کی ٹھوکریں کھاتے پھرتے رہے ہیں۔ ان کو دنیا میں کبھی یکجائی نہیں ملی ہے۔ اپنی وحدت اور یہودی ملک کی تشکیل کیلئے یہودیوں نے دنیا بھر میں کئی سال خفیہ کانفرنسیں کیں۔ بالآخر ۱۸۹۷ء میں انہوں نے بڑے غور و خوض کے بعد اپنی تمام تر مساعی ان تین نقاط پر مرکوز کرنے کا فیصلہ کیا۔

(۱) یہودیوں کیلئے ایک قومی وطن کا قیام (۲) دنیا کے مالی نظام پر قبضہ و تسلط

(۳) اسلامی ممالک کو نیست و نابود کرنا

ان مقاصد کے حصول کیلئے یہودیوں نے ساری دنیا میں ایک سازشی جال بچھایا۔ جس کے تحت یہودیوں کی ایک عظیم اور پراسرار شخصیت نے ۳۳ درجے یہودیوں کے نمائندوں کا ایک اجلاس بلایا جس کی کئی نشستوں میں اس نے اپنے عظیم سازشی منصوبے کی تفصیلات بہ غرض توثیق بیان کیں جو باقاعدہ ایک مسودہ کی صورت میں ضبطِ تحریر میں لائی گئیں اور اس پر ان نمائندوں نے اپنے تصدیقی دستخط ثبت کیے۔ دنیا کی یہ بدنام ترین دستاویز ''پراٹوکول'' کے نام سے مشہور ہے۔ اس دستاویز کا اردو ترجمہ ''عظیم سازشی منصوبہ'' کے نام سے عالمی ادارۂ اشاعت اسلام' چھلیک ملتان سے شائع ہو چکا ہے۔ اس منصوبہ کے تحت نظام عالم میں اس وقت ہر جگہ یہودی اثر و نفوذ کارفرما ہے۔ یو این او' یونیسکو' ورلڈ بنک' انٹرنیشنل مانیٹرنگ فنڈ (I M F) وغیرہ کی کلیدی آسامیوں پر یہود قابض ہیں۔ دنیا کی بڑی حکومتوں میں ان کا عمل دخل ہے۔ دنیا کی عظیم سائنسی لیبارٹریوں' اسلحہ ساز کارخانوں' فلمی نگارخانوں' نشریاتی اداروں' خبر رساں ایجنسیوں' صنعتی و تجارتی مرکزوں پر یہود چھائے ہوئے ہیں۔ (۱۱۴) بڑی طاقتوں کی چالبازی سے عالم اسلام اور عرب ملکوں کی وحدت کو پارا پارا کرنے کیلئے دنیائے عرب میں اسرائیل کی حکومت کا قیام عمل میں لایا گیا۔ دوسری جنگ عظیم میں یہودیوں نے اپنی مالی اور فوجی امداد سے اتحادیوں کو اپنا ہم نوا بنا لیا جس کے نتیجہ میں ۱۴ مئی ۱۹۴۸ء کو امریکہ اور برطانیہ کی ملی بھگت سے اسرائیلی حکومت قائم کر دی گئی عربوں نے اس کی مدافعت میں ۱۹۴۸ء' ۱۹۵۶ء' ۱۹۶۷ء اور ۱۹۷۳ء میں جنگیں لڑیں مگر بڑی طاقتوں کی پشت پناہی کے باعث وہ اس میں کامیاب نہ ہو سکے۔ (۱۱۵)

اسرائیلوں نے فلسطین میں ظلم و ستم کا بازار گرم کر رکھا ہے۔ امریکہ' برطانیہ اور دیگر اسلام دشمن ممالک اس کی مکمل پشت پناہی کر رہے ہیں۔ عجیب بات یہ ہے کہ امریکہ کو عراق میں مہلک ہتھیار کے محض شبہ پر حملہ کا جواز مل جاتا ہے اور اس بہانے پورے ملک کو تہ و بالا کر دیتا ہے مگر اسرائیل کے سینکڑوں ایٹم بم نظر نہیں آتے۔ مظلوم فلسطینیوں کے گھروں سے روزانہ معصوم بچوں اور جوانوں کے جنازے اٹھتے ہیں۔ ان کے گھر بلڈوزروں کے ذریعہ مسمار کیے جاتے ہیں۔ ان کے محلوں میں ٹینک اور بکتر بند گاڑیاں گشت کرتی نظر آتی ہیں۔ اس ظلم کے ردعمل کے طور پر ''انتفاضہ'' کی تحریک اور خودکش حملوں نے جنم لیا ہے۔ اور ابھی دنیا نظارہ کر رہی ہے کہ دیکھتے ہیں ظلم و ستم کا یہ سلسلہ کہاں جا کر رکتا ہے اور اس کا کیا نتیجہ برآمد ہوتا ہے۔

<u>بھارت:</u> برصغیر پر بدقسمتی سے ایک طویل عرصہ تک انگریز حکمران رہے۔ ہندوستان میں رہتے ہوئے انگریز کی کیا پالیسی تھی؟ جناب جانباز مرزا اپنی تالیف ''انگریز کے باغی مسلمان'' میں رقمطراز ہیں کہ الٰہ آباد کے کمانڈر لیفٹیننٹ کرنل جان کرک نے ۱۸۵۷ء کے فوراً کہا تھا۔

''ہماری کوشش ہونی چاہیئے کہ ہندوستان میں موجودہ مذاہب اور نسلوں کی صورت میں جو اختلاف ہے اسے پوری طاقت صَرف کر کے برقرار رکھا جائے اور اسے کسی صورت ختم نہیں ہونا چاہیئے۔ آئندہ حکومتِ ھند کا سب سے بڑا اصول ''لڑاؤ اور حکومت کرو'' ہونا چاہیئے۔'' (۱۱۶) پھر انگریز نے اپنے مقاصد حاصل کرنے کیلئے ہمیشہ ہندوؤں کو

مسلمانوں کے خلاف استعمال کیا۔ پروفیسر سید محمد سلیم ''تاریخ نظریہ پاکستان'' میں لکھتے ہیں۔

'' ہندوستان کے گورنر جنرل لارڈ ایلن باورنے اپنی حکومت کی پالیسی بیان کرتے ہوئے صاف الفاظ میں کہا تھا'' میں اس حقیقت سے آنکھیں بند نہیں کرسکتا کہ یہ نسل (مسلمان) بنیادی طور پر ہماری دشمن ہے اس لئے ہماری صحیح پالیسی یہ ہے کہ ہندوؤں کو خوش کیا جائے''۔ (۱۱۷)

ہندوؤں میں مسلمانوں کے خلاف کتنا تعصب تھا؟ مہاشہ پرتاب سنگھ کی زبانی سنیئے۔

''۱۹۲۷ء میں سکھر میں ایک جلسہ عام سے خطاب کے دوران مہاشہ پرتاب سنگھ نے علی الاعلان ہندوؤں کو کہا تھا'' اگر تم ایک گائے کی خاطر کراچی سے لیکر مکہ تک تمام مسلمانوں کو ختم کردو تو بھی تھوڑا ہے۔ ہندو دھرم میں جانوروں کا گوشت کھانا منع ہے۔ لیکن مسلمانوں کا خون پینا جائز ہے۔ کسی ہندو کو اس کے پینے میں پس و پیش نہیں کرنا چاہیئے''۔ (۱۱۸)

ہندومت کی انتہاء پسندی کے باعث برصغیر کئی ملکوں میں تقسیم ہوا۔ ۱۹۴۷ء میں مسلمانوں کا قتل عام ہوا۔ بابری مسجد شہید کی گئی۔ ہزاروں مسجدوں میں مسلمانوں کو نماز پڑھنے کی اجازت نہیں۔ آئے دن ہندو انتہاء پسند تنظیمیں مشہور مساجد کو مندروں میں تبدیل کرنے کے اعلانات کررہی ہیں۔ کشمیر میں مسلمانوں کا قتل عام جاری ہے۔ اس کے علاوہ سکھوں کا قتل عام کر کے ان کے مذہبی و مقدس مقام ''گولڈن ٹمپل'' کو برباد کیا گیا۔ عیسائی اقلیتوں کا قتل عام اور ان کے گرجوں کا انہدام کیا گیا۔ نچلی ذات کے ہندوؤں کے ساتھ جانوروں سے بدترین سلوک کیا جارہا ہے۔ بھلا جو لوگ اپنے ہم مذہبوں کو برداشت نہیں کرسکتے ان سے دوسروں کے بارے میں رواداری اور برداشت کی توقع کس طرح کی جاسکتی ہے؟! ہندوؤں کی انتہاء پسندی نہ صرف مسلمانوں کیلئے ہے بلکہ وہ اپنے سوا کسی اور کو برداشت نہیں کرسکتے۔ چنانچہ وہاں آسٹریلیا کے گراہم اسٹیوارٹ کو زندہ جلا دیا گیا۔ ۲۵ دسمبر تا ۴ جنوری ۱۹۹۸ء آٹھ گرجا گھر جلائے گئے۔ عیسائی خاتون سے گینگ ریپ کیا گیا۔ اڑیسہ میں دوسو عیسائی مکانات نذر آتش کئے گئے۔ کیرالہ میں دو پادری ہلاک کئے گئے۔ (۱۱۹) اس کے بالمقابل اہل پاکستان کا حوصلہ دیکھئے کہ قیام پاکستان کے بعد ۳۱ جنوری ۱۹۴۸ء کو بھارتی آنجہانی لیڈر مہاتما گاندھی کے قتل کی وجہ سے پاکستان میں سوگ منانے کیلئے سرکاری دفاتر بند رہے۔ (۱۲۰)

بھارتی ریاست گجرات میں یکم مارچ ۲۰۰۲ء میں ہندوؤں مسلم فسادات بھڑک اٹھے جس کی وجہ سے مرکزی شہر احمد آباد سمیت ۲۶ شہروں میں کرفیو نافذ کردیا گیا تھا جو بعدازاں ۳۷ شہروں تک بڑھا دیا گیا۔ اس کے باوجود ہندو انتہاء پسند تنظیموں نے دل کھول کر مسلمانون کا قتل عام کیا۔ واقعات کے مطابق احمد آباد کے علاقے گل مارگ میں ایک مسلمان وزیر سمیت ۳۸ مسلمانوں کو ایک مکان میں بند کر کے آگ لگادی گئی جس سے تمام مسلمان زندہ جل گئے۔ جرمنی ریڈیو کے مطابق احمد آباد کے مسلمان اکثریتی آبادی والے علاقے میں ایک گھر یا مسجد ایسی نہیں تھی جو ہندو بلوائیوں کے جنون اور آتش انتقام سے محفوظ رہی ہو ان فسادات کی وجہ سے ایک لاکھ مسلمان متاثر ہوئے۔

(جاری ہے)

ڈاکٹر دلشاد بیگم
پرنسپل گورنمنٹ گرلز کالج پشاور

اسلامی نظام عدل

اسلام عدل و احسان پر مبنی معاشرے کی تشکیل کا حکم دیتا ہے، پیغمبر اسلام رحمت عالم ﷺ نے مدینہ طیبہ میں جس اسلامی ریاست کی بنیاد رکھی وہ اپنی ہیئت میں کاملاً ایک فلاحی ریاست تھی۔ قرآن مجید میں متعدد مقامات پر اسلامی ریاست کا منتہائے نظر عدل و انصاف کو قرار دیا گیا۔ قرآن میں آتا ہے:

''ہم نے رسولوں کو واضح ہدایات کے ساتھ بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب اور میزان اتاری تا کہ لوگ انصاف پر قائم رہیں، اور ہم نے لوہا اتارا جس میں زبردست طاقت ہے اور لوگوں کیلئے فائدے ہیں'' (سورۃ الحدید: ۵۷:۲۵)(۱)

اس آیت کریمہ میں انبیائے کرام علیہم السلام کا یہ مشن بیان کیا گیا ہے کہ وہ اللہ رب العزت کی زمین پر اس کے احکامات کی روشنی میں نظام عدل قائم کریں اور لوگوں کو اسلام کے متوازن اور ہمہ گیر نظام کی طرف دعوت دیں، اور عدل اجتماعی کو قائم کرنے کے لئے بروئے کار لائیں آقائے دوجہاںؐ نے سرزمین عرب میں جو ریاست قائم فرمائی۔ بنیادی طور پر وہ ایک فلاحی ریاست تھی اور اس کی ہیئت ترکیبی میں عدل و انصاف کی بنیادی خصوصیت تھی، ایک فلاحی ریاست کے لحاظ سے عدل اجتماعی اس کی بنیادی ترجیحات میں شامل تھا بلکہ منصف اور عادل نبیؐ نے اسلامی فلاحی ریاست کی بنیاد ہی عدل پر رکھی۔ اس لئے آپؐ سے بڑھ کر اس حقیقت کا کون شناسا ہوسکتا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے عدل ہی پر کائنات کا نظام استوار کیا ہے۔ خالق حقیقی نے کارخانہ ہست و بود کو عدم سے وجود میں لا کر اس کے اندر عدل کی روح کو سمودیا، اگر خدائے عادل اس کے ظہور و ترتیب میں اپنی صفت عدل کو نہ سمودیتا تو اس کے عناصر ایک صحرا کے ذروں کی طرح منتشر ہوجاتے۔ مدینہ کی اسلامی ریاست کے مکین اپنے معاملات میں ریاست کے مدبر اعظم اور منتظم اعلیٰ کے عدل سے رجوع کرتے اور آپ کی عدل گستری سے فیض یاب ہوتے آپؐ نے اپنوں ہی کے لئے نہیں بلکہ غیروں کے ساتھ بھی عدل و انصاف کا برتاؤ کیا۔

اسلامی معاشرے میں سب سے بڑا قاضی خود انسان کا اپنا ضمیر ہے جو بہت سے معاملات کا خود فیصلہ کردیتا ہے، تاہم معاہدہ کی کسی شق کی تعبیر میں فریقین کے درمیان اختلاف رائے بھی ہوسکتا ہے، یہاں قاضی کی ضرورت پیش آتی ہے، قاضی کے سامنے دونوں فریق اپنا معاملہ تمام حقائق کے ساتھ ٹھیک طریقے سے بیان کردیتے ہیں، جس کے بعد قاضی اپنے ایمان علم اور بصیرت کے مطابق فیصلہ کردیتا ہے، یہ دونوں صورتیں تو بہت سادہ، سہل اور عام فہم ہیں

لیکن عدل کے ضمن میں ایک تیسری صورت اس وقت ظاہر ہوتی ہے جب فریقین میں سے کوئی ایک یا دونوں ضد' عداوت' ہٹ دھرمی اور بدنیتی کے ساتھ قاضی کے سامنے معاملہ لے جائیں' حقائق چھپائیں' توڑ مروڑ کر پیش کریں' مبالغہ آرائی کریں' واقعات میں رنگ آمیزی کریں' یا جذباتی فضاء پیدا کریں' ان حالات میں ضروری ہو جاتا ہے کہ فریقین کے علاوہ کسی تیسرے عنصر کو بھی شامل مقدمہ کیا جائے تا کہ قاضی کے لئے فیصلہ کرنا آسان ہو جائے تیسرا فریق گواہ کہلاتا ہے' گواہ کی ضرورت اگر چہ دوسری صورت میں بھی پیش آسکتی ہے' جہاں فریقین کے درمیان تعبیر میں فرق کی وجہ سے اختلاف رائے پیدا ہو جاتا ہے تاہم تیسری صورت میں تو گواہ بہت اہم ہے' اور تمام مقدمے کا دارومدار گواہ کے بیان ہی پر ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام کے نظام عدل وقضا میں گواہی کی ازحد اہمیت ہے۔ جس' ے لئے باقاعدہ احکام نازل کئے گئے ہیں۔ قرآن وسنت میں گواہی کی ضرورت واہمیت پر تفصیلی احکام موجود ہیں انہی احکام کی روشنی میں خلفائے راشدین کے دور کے ایک مشہور قاضی شریح نے گواہی کی اہمیت ان الفاظ میں بیان کی ہے ''فریق مقدمہ قاضی کے لئے بیماری ہے اس بیماری کی دوا گواہ ہیں''(۲)

گواہی کی جو عام فہم اہمیت ان الفاظ میں ہے وہ مزید کسی تشریح کی محتاج نہیں ہے۔ دوا صحیح اور خالص اجزاء سے تیار ہو تو پھر بیماری دور ہونے میں زیادہ دیر نہیں لگتی' دوا کا انتخاب غلط ہو' غلط مرض کے لئے دوا حاصل کی جائے تو افاقہ نہیں ہوتا' یہی صورت مقدمہ میں پیش آتی ہے جو مرض ہے اس کی دوا گواہ ہیں' وہ سچ بولیں تو مقدمہ صحیح فیصلے پر منتج ہوتا ہے' سچ چھپائیں تو مقدمہ تو شاید کسی نہ کسی سطح پر ختم ہو جائے لیکن فریقین کے درمیان نہ نزاع ختم ہوگا اور نہ صحیح فیصلہ ممکن ہوگا' یہی وجہ ہے کہ قرآن وسنت میں گواہی کو بہت زیادہ اہمیت دی گئی ہے' اس لئے کہ صحیح اور عدل پر مبنی فیصلے کا دارومدار سچی شہادت پر منحصر ہے۔ قرآن وسنت دونوں میں شہادت کی اہمیت بہت زوردار الفاظ میں آئی ہے' قرآن میں ایک جگہ اللہ جل شانہ' نے فرمایا:

یایها الذین امنوا کونوا قوامین لله شهداء بالقسط ولا یجرمنکم شنان قوم علی الا تعدلوا إعدلوا هو اقرب للتقوی (سورۃ المائدۃ ۵:۸)(۳)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ کی خاطر راستی پر قائم رہنے والے اور انصاف کی گواہی دینے والے بنو۔ کسی گروہ کی دشمنی تم کو اتنا مشتعل نہ کردے کہ انصاف سے پھر جاؤ۔ انصاف کرو کہ وہ تقویٰ سے زیادہ قریب ہے''

اس آیت میں مومنین کی تربیت کی جارہی ہے۔ مضمون سے پتہ چلتا ہے کہ سچی گواہی کو ساری زندگی کا معمول بنادینے کا حکم دیا جارہا ہے اور یہ رویہ زندگی کے ہر میدان مین مطلوب ہے' اس آیت میں انسانی شخصیت کی تعمیر عدل کی بنیادوں پر استوار کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ عام زندگی میں ہر انسان عدل وانصاف کا دعوے دار ہوتا ہے لیکن جب اس کے اپنے قرابت داروں کا معاملہ ہو تو پھر وہ تامل کا رویہ بھی اپنا سکتا ہے' اس لئے ایک دوسری آیت میں گزشتہ

آیت کے حکم کو مزید وضاحت سے بیان کیا گیا ہے تا کہ انسان نہ صرف دوسروں کے معاملے میں بلکہ اپنے قرابتداروں کے بارے بھی وہی کچھ بیان کرے جو حقیقت کے مطابق ہو۔ قرآن حکیم میں آتا ہے:

واذا قلتم فاعدلوا ولو کان ذا قربیٰ (سورۃ الانعام:۶:۱۵۲) (۴)

ترجمہ: ''اور جب بات کہو انصاف کی کہو خواہ معاملہ اپنے رشتہ داری ہی کا کیوں نہ ہو''

دوسری جگہ آتا ہے:

ولا تلبسوا الحق بالباطل ولا تکتموا الحق وانتم تعلمون (سورۃ البقرہ:۲:۲۸۲) (۵)

ترجمہ: ''اور سچ کو جھوٹ کے ساتھ مت ملاؤ اور جانتے بوجھتے حق کو مت چھپاؤ''

گواہی کے بعد بڑا نازک اور اہم مرحلہ گواہی پر قائم رہنے کا آتا ہے۔ ممکن ہے ایک شخص گواہی دے اور بعد میں اس پر خاندان، قبیلے، ماحول یا کسی دوسری قسم کا دباؤ پڑے اور وہ گواہی سے منحرف ہو جیئے، یہ دباؤ لالچ کی صورت میں بھی ہوسکتا ہے، اس کی ایک صورت دھمکی کی ہوسکتی ہے، اخلاقی دباؤ بھی ممکن ہے۔ اس کی کوئی اور شکل بھی ممکن ہے ان تمام حالات میں ثابت قدمی بہت مشکل کام ہے، گواہ کا فرض صرف اس قدر ہے کہ جو اس کے علم میں ہو بلا کم وکاست بیان کردے، فیصلہ قاضی پر چھوڑ دے اور نتائج اللہ کے حوالے کردے۔ نہ تو اس کے نتائج پر فکر مند ہو اور نہ اس کے علاوہ سوچ بچار کرے۔ کیونکہ عدالتی زندگی میں گواہی ایک میکانکی عمل ہے جس میں جذبات کا عمل دخل نہیں ہونا چاہیے۔ قرآن حکیم میں جنت میں رہنے والے جن افراد کا ذکر ہے ان میں وہ لوگ بھی شامل ہیں جو سچی گواہی دینے والے اور اس پر قائم رہنے والے ہیں فرمایا: والذین ھم بشھدتھم قائمون (سورۃ المعارج ۷۰:۳۳) (۶)

ترجمہ: ''اور جو اپنی گواہیوں میں راست بازی پر قائم رہتے ہیں''

اس وجہ سے حدود وقصاص میں عورت کی شہادت عدم مقبول ہے اس لئے کہ عورت لطیف احساسات کی حامل ہے جبکہ حدود کی سزائیں کڑی اور سخت نوعیت کی ہوتی ہیں۔ مثلاً زنا کے مجرم کے لئے حد میں ۱۰۰ کوڑوں کی سزا ہے اگر وہ غیر شادی شدہ ہے اور عورت اپنی فطری ہمدردی کے تحت کسی کو دکھ یا تکلیف میں نہیں دیکھ سکتی اگر وہ زنا کی شہادت دے گی تو اسی جذبہ ہمدردی کے تحت وہ مجرم کو بچانا چاہے گی اور غلط بیانی سے کام لے گی تا کہ کسی کو اس کی وجہ سے تکلیف نہ پہنچے جبکہ مرد اکڑ اور سخت مزاج ہوتے ہیں۔ جبکہ عورت بزدل ہوتی ہے اور ذرا سی دھمکی سے گھبرا جاتی ہے، عورت میں لچک ہوتی ہے اسے گواہی سے پھیرنے پر یا رجوع کرنے پر مجبور کیا جاسکتا ہے جبکہ مرد بے خوف گواہی دیتا ہے کسی کی پرواہ نہیں کرتا حتیٰ کہ اپنی جان کی بھی اسے پرواہ نہیں ہوتی اگر وہ باکردار اور شرائط شہادت پر پورا اترتا ہو تو اس کی شہادت مجرم کو کیفر کردار تک پہنچانے میں مدد دیتی ہے اور شہادت کی اہمیت کو مدنظر رکھتے ہوئے حدود وقصاص میں عورت کی شہادت کو قبول نہیں کیا جاتا اس لئے کہ انصاف کے حصول کیلئے شہادت کا سچا ہونا ضروری ہے جو بھی شہادت

دے تو وہ اللہ کیلئے سچی شہادت دے کیونکہ اسلام ایک ایسا دین ہے جس نے معاشرے کے اندر امن وامان کے قیام اور انسانی شخصیت کے اخلاقی اور روحانی ارتقاء کا جامع نظام وضع کیا ہے اس میں جان، مال، آبرو، عقل، نسب اور آزادی وغیرہ کی حافظت کی ضمانت دیتے ہوئے عدل اور انصاف کو کلیدی اہمیت دی گئی ہے اور جگہ بہ جگہ اس کیلئے احکام ارشاد فرمائے گئے ہیں۔ قرآن کریم میں جملہ اہل ایمان کو حکم دیا گیا ہے "اللہ ہی کیلئے گواہی دیں" (سورۃ النساء: ۴:۱۳۵) (۷)

اس لئے صرف اس کی خوشنودی کے لئے احساس ذمہ داری کے ساتھ بالکل صحیح واقعات اور حقائق کا اظہار کریں۔ کیونکہ کسی بھی نظام عدل میں "شہادت" کو وہی حیثیت حاصل ہے جو انسانی جسم میں ریڑھ کی ہڈی کو حاصل ہے اس لئے کہ شہادت ہی کی بنیاد پر دیوانی اور فوجداری مقدمات کے فیصلے ہوتے ہیں۔ گواہی دو طرح کی ہوسکتی ہے، اتفاقی، جس میں کسی شخص نے بلاارادہ کچھ دیکھا یا اس کے علم میں کوئی بات آ گئی، اور اکتسابی، جس میں ارادے کے ساتھ کسی معاملہ میں آدمی شریک ہوکر مشاہدے کرے یا علم حاصل کرے ان دونوں صورتوں میں ضرورت پڑنے پر گواہی دینا فرض ہے، نہ انکار کرنا درست ہے اور نہ لیت ولعل کا رویہ اختیار کرنا اللہ کو پسند ہے۔ اس بارے میں تین احکام بہت اہم ہیں پہلے گواہی کے بارے میں بنیادی بات کہی کہ اس کا چھپانا گناہ ہے۔ قرآن حکیم میں ہے:

ولاتکتموا الشھادۃ ومن یکتمھا فانہ اثم قلبہ (سورۃ البقرہ ۲:۲۸۳) (۸)

ترجمہ: اور گواہی کو مت چھپاؤ اور جو شخص اس کو چھپائے گا اس کا دل گناہ گار ہوگا"

یہ حکم گواہی کی تمام قسموں کا احاطہ کرتا ہے، دوسری جگہ اتفاقی گواہی کے بارے میں حکم نازل ہوا کہ قرآن حکیم میں ہے۔

ومن اظلم ممن کتم شھادۃ عندہ من اللہ (سورۃ البقرہ، ۲:۱۴۰) (۹)

ترجمہ: اور اس شخص سے بڑا ظالم اور کون ہوگا جس کے ذمہ اللہ کی طرف سے ایک گواہی ہو اور وہ اسے چھپائے"

اس لئے کہ شہادت بندے کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک امانت ہے یعنی یہ کہ اگر کسی بندے سے کسی واقعے کے بارے میں دریافت کیا جائے اور وہ اپنے مشاہدے کے ذریعے حقائق کو جانتا ہو تو اس کا فرض ہے کہ اپنے علم ومشاہدے کے مطابق صحیح صحیح بات حاکم مجاز کی عدالت میں بیان کردے، اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ قاضی کا عدل تو بہت بعد کی بات ہے گواہ کا ابتداً گواہی چھپانا ہی عدل کے منافی ہے گواہی کے چھپاتے ہی ظلم کا آغاز ہو جاتا ہے اور عقل کہتی ہے کہ اس ظلم کے نتیجے میں قاضی کا فیصلہ ظاہر ہے غلط ہوگا جس کا ذمہ دار گواہی چھپانے والا ہے۔

دوسری گواہی اکتسابی یا بالارادہ ہوتی ہے اس کے بارے میں بھی اللہ کا فرمان ان الفاظ میں ہے:

ولایاب الشھداء اذا مادعوا (سورۃ البقرہ ۲:۲۸)

ترجمہ: جب گواہوں کو بلایا جائے تو وہ انکار نہ کریں"

یہ فرمان اللہ کی خواہش ہی نہیں حکم بھی ہے جیسا کہ سورۃ البقرۃ کی آیت ۲۸۳ میں بیان ہوا ہے کہ جو گواہی چھپائے گا اس کا دل گنہگار ہوگا۔ چونکہ اسلام میں شہادت کو بہت اہمیت حاصل ہے اس لئے اسلام الزامات کے ثبوت کے لئے شہادت کا مطالبہ کرتا ہے۔ اسلام مومن مردوں اور عورتوں کو حکم دیتا ہے کہ وہ صحیح اور سچی شہادت دیتے رہیں خواہ وہ خود ان کے اور ان کے عزیز واقارب کے خلاف اور دشمن کے حق میں ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

یایھا الذین امنوا کونوا قوامین بالقسط شھداء للہ ولو علی انفسکم او الوالدین والاقربین ان یکن غنیا او فقیرا فاللہ اولی بھما۔ (سورۃ النساء ۴۔۱۳۵)(۱۱)

ترجمہ: ''اے ایمان والو! انصاف پر قائم رہو اور اللہ (سے ڈرتے ہوئے) کے لئے گواہی دو (یعنی سچی بات بیان کرو) اگر چہ وہ گواہی خود تمہارے خلاف ہی کیوں نہ ہو یا تمہارے والدین یا عزیز واقارب کے خلاف ہو اگر کوئی مالدار یا مفلس ہے تو اللہ تعالیٰ ان کا تم سے زیادہ نگہبان ہے۔''

شریعت اسلام میں شہادت دینا ایک اہم فریضہ اور بہترین عبادت ہے، چونکہ حقوق کا الزام اور عدل و انصاف کا خیال سچی شہادت کے بغیر ممکن نہیں اس لئے بحکم قرآنی:

ولا تکتموا الشھادۃ سچی شہادت سے منع کیا گیا ہے۔ حضرت ابوموسیٰ الاشعریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ کسی شخص کو گواہی کیلئے بلایا جائے اور وہ اس گواہی کو چھپائے تو وہ اس شخص کی طرح ہے جس نے جھوٹی گواہی دی شہادت کی اہمیت کے پیش نظر قرآن کریم میں فرمان ہے (۱۲) ولا یاب الشھداء اذا ما دعوا (۱۳) ترجمہ: ''جس وقت گواہوں کو بلایا جائے وہ انکار نہ کریں''

ربیع فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی اس وقت یہ حالت کہ ایک آدمی بہت سے آدمیوں کے درمیان چکر لگاتا اور انہیں گواہ بننے کے لئے دعوت دیتا۔ مگر کوئی شخص گواہ بننا قبول نہ کرتا۔

<u>شہادت ایک ذمہ داری ہے</u>

شہادت کی ذمہ داری سنبھالنے کے بعد شاہد پر لازم ہو جاتا ہے کہ وہ محض اللہ تعالیٰ کے حکم کی تکمیل اور اس کی خوشنودی کے حصول کے لئے شہادت دے، جہاں تک حقوق اللہ کا تعلق ہے تو ان حقوق میں جن کا تعلق محرماتِ معاملات سے ہو، مثلاً عورت کی طلاق، ظہار، ایلاء وغیرہ جیسے افعال میں اجر خداوند کی خاطر شہادت دینا واجب ہو جاتا ہے اس موقع پر بندوں میں سے کسی بندے کی طرف سے طلب شہادت کی ضرورت نہیں ہوتی، البتہ ''حدود'' جیسا کہ زنا، چوری، شراب نوشی یا کسی عورت پر بدکاری کے الزام میں شاہد کو اختیار دیا گیا ہے کہ وہ چاہے تو پردہ پڑا رہنے دو اور چاہے تو ظاہر کردے۔

<u>شہادت کی اہمیت:</u> شہادت کی اہمیت کے پیش نظر اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہؐ کو ''شھداء'' کی صفت سے موصوف

فرمایا۔قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے۔ (۱۴)

وكذلك جعلنا كم وسطا لتكونوا شهداء على الناس.

ترجمہ: ''ہم نے اسی طرح تم کو متوسط امت بنایا ہے تا کہ تم قیامت میں لوگوں پر شاید ہو سکو''

مزید ارشاد خداوندی ہے "لا يضار كاتب ولا شهيد" (۱۵) ترجمہ: ''نہ لکھنے والے کو تکلیف پہنچاؤ اور نہ گواہ کو''

رسول کریم کا ارشاد ہے اكرموا الشهود فان الله تعالى يحى الحقوق بهم (۱۶)

ترجمہ: ''یعنی شاھدوں کا اکرام کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے حقوق کو زندہ کرتا ہے۔''

شہادت کا فلسفہ حکمت لوگوں کے حقوق کی حفاظت ہے (۱۷)

حدیث شریف میں آتا ہے: اكرموا منازل الشهود فان الله يستخرج بهم الحقوق ويرفع بهم الظلم (۱۸) ترجمہ: ''گواہوں کا اکرام کرو کہ انکے ذریعے اللہ تعالیٰ لوگوں کے حقوق نکلواتا ہے اور ظلم کو ختم کرتا ہے یعنی اٹھاتا ہے۔''

''شہادت کے ذریعے اللہ تعالیٰ لوگوں کے اموال، نفوس اور عزت وآبرو اور خون وغیرہ کی حفاظت فرماتا ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے اسماء حسنیٰ میں سے گواہی کے لئے اپنا نام مبارک ''شہید'' کا انتخاب اس لئے فرمایا ہے کہ یہ ایک بہترین مہربانی کا کام ہے۔ (۱۹)

شہادت کی اہمیت کے پیش نظر اسلام قاضیوں کو حکم دیتا ہے کہ وہ ان شہادتوں کا بغور جائزہ لیتے رہیں جوان کے سامنے پیش ہوں اور صرف صریح اور سچی شہادتوں کو قبول کریں، چونکہ اس بات کا امکان ہوتا ہے کہ شہادت دیتے وقت یا ثبوت پیش کرتے وقت غلط بیانی سے کام نہ لیا جائے: اس لئے قرآن مجید نے متعدد مقامات پر تنبیہ فرمایا:

ایک آیت میں برادران یوسفؑ کے کردار پر روشنی ڈالی گئی ہے جنہوں نے حضرت یوسفؑ کی قمیص کو خود آلود کر کے ایک جھوٹی کہانی وضع کی تھی اور رو رو کر اسے بیان کیا تھا۔ (۲۰)

منافقین کا ذکر فرمایا کہ وہ ''اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں مگر جھوٹ بولتے ہیں'' (۲۱)

گویا محض قسم اور آہ وبکا وغیرہ معصومیت کی دلیل نہیں بن سکتے اسی طرح سنی سنائی بات سے قیاس کر کے نتیجہ نکالنا، پھر اسے گواہی کی شکل میں پیش کرنا یہ سب ناپسندیدہ افعال ہیں حدیث میں آتا ہے:

من شهد على مسلم شهادة ليس لها با هل فليتبوا مقعده من النار. (۲۲)

ترجمہ: جس شخص نے کسی مسلمان کے خلاف کوئی ایسی گواہی دی جس کا وہ اہل نہیں تھا تو اسے چاہیے کہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے، شہادت کی اہمیت اور لوگوں کے حقوق کی بحالی کی خاطر اللہ اور رسولؐ نے جھوٹی گواہی سے منع فرمایا ہے۔

علامہ ابن القیم فرماتے ہیں:

''شارع صلوات اللہ علیہ نے عادل شخص کی شہادت کو کسی موقع پر بھی رد نہیں کیا بلکہ اس کی شہادت کی عزت کی جیسے کہ ابو قتادہ کی ایک مشرک کو قتل کر دینے کے بارے میں ایک شخص کی شہادت مان لی۔ حضرت خزیمہؓ کی تنہا شہادت قبول فرمائی۔ رمضان کے چاند کی گواہی صرف ایک اعرابی کی معتبر مانی۔ جس نے لونڈی کی تنہا شہادت پر رضاعت کے ثابت ہونے کا فیصلہ فرمایا۔ اکیلے تیمّم کی خبر بھی معتبر مان لی جس نے ایک مخصوص امر کی شہادت دی تھی .... بلکہ اللہ نے فاسق کی خبر کی تردید کا بھی بغیر ثبوت اور دلیل کے حکم نہیں دیا۔ (۲۳)

اس سے اسلامی معاشرہ میں شہادت کی اہمیت اور افادیت کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔ اور شہادت کی اہمیت کا اندازہ حافظ ابن قیمؒ کے اس تجزیہ سے بھی بخوبی ہوتا ہے، وہ فرماتے ہیں:

علماء کا اس امر پر اتفاق ہے کہ ضرورت کے مواقع پر ایسی شہادتیں بھی قبول ہوں گی جو عام حالات میں ناقابل قبول ہوتی ہیں، مثلاً اللہ نے سفر میں وصیت کے موقع پر ضرورت کے تحت دو غیر مسلم گواہوں کی گواہی پر عمل کرنے کا حکم دیا ہے۔ جس سے مقصود اس قسم کے معاملات یا اس سے بھی اہم فیصلوں میں نشاندہی کرنا ہے جیسا تنہا عورتوں کی گواہی کا قبول کرنا ہے۔

اسی طرح صحابہ کرامؓ اور فقہائے مدینہ نے بچوں کی شہادت کے مقابلے میں طرز عمل اختیار کیا ہے کہ جب ان بچوں کے مابین آپس میں کوئی حادثہ رونما ہو جائے (یعنی عند ضرورت یہاں بچوں کی گواہی بھی قبول ہوگی) اس لئے کہ مرد بچوں کے ساتھ کھیلوں میں شریک نہیں ہوتے اگر ان بچوں کی اور تنہا عورتوں کو گواہی قبول نہ کی جائے تو بہت سے حقوق غلبہ ظن یا گواہوں کی قطعی صداقت کے باوجود ضائع معطل اور مہمل ہو جائیں گے۔

جو شریعت کامل ہو اور دنیا اور آخرت کے معاملے میں بندوں کے مصالح کو محیط و منظم ہو وہ اس قسم کے حق کو مہمل چھوڑ دے گی اور دلائل کے ظہور اور قوت کے باوجود اسے ضائع کر دے گی جبکہ اس سے بھی تر دلیل کے ساتھ اس نے فیصلے کو قبول کیا ہے۔ (۲۴)

اسلام اپنے پیروکاروں کو ایک مکمل ضابطہ حیات پیش کرتا ہے اور مادی اور روحانی زندگی میں ان کی رہنمائی کرتا ہے اس کے اصول وضوابط بین الاقوامی طور پر ہر دور اور ہر مقام کے لئے موزوں ہیں۔ اسلام انصاف پر بہت زور دیتا ہے، اسلامی قانون کی نظر میں سب لوگ برابر ہیں۔ اسلام کا بنیادی اور اہم نظریہ یہ ہے کہ دوسروں کی حق تلفی نہ کی جائے اور ہر ایک کو اس کا حصہ ملے۔ ان مقاصد کو حاصل کرنے کے لئے اسلام نے کچھ قانونی اصول وضوابط مقرر کئے ہیں۔ حضرت محمدؐ نے بطور جج یا قاضی کے فیصلے کئے، اور عدلیہ کو بہت اہمیت دی ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

ان اللہ یامرکم بالعدل و الاحسان (۲۵)

ترجمہ: بیشک اللہ تمہیں عدل واحسان کا حکم دیتا ہے۔

کیونکہ عدالتیں وہ ادارے ہیں جہاں دکھی مظلوم لوگ ناانصافی اور ظلم کی شکایت لے کر آتے ہیں چاہے یہ ناانصافی اس کے ساتھ اپنے جیسے انسانوں کی ہو یا حکومت کے کسی کام سے ان کو نقصان پہنچا ہو۔ اسلام میں کوئی قانون سے بالاتر نہیں۔ عدلیہ میں انصاف کی فراہمی کو یقینی بنانے کے لئے اسلام نے ایک واضح اور صاف ستھرا قانون شہادت وضع کیا ہے تاکہ حقائق کو شہادتوں کے ذریعے ثابت کیا جاسکے اور ان کے مطابق انصاف پر مبنی فیصلے کئے جاسکیں اس قانون کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ بے گناہ سزا سے بچ جائے اور گنہگار کو قرار واقعی سزا ملے۔

اسلامی نظام عدل اور شہادت کا قرآن وسنت کی روشنی میں تجزیہ کرنے کے بعد ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ اسلامی نظام عدل اور شہادت کا چولی دامن کا ساتھ ہے' اور اسلامی نظام عدل کو قائم کرنے کے لئے شہادت اور سچی شہادت لازم وملزوم ہے جس کے بغیر اسلامی معاشرے میں عدل قائم نہیں ہوسکتا۔

مراجع ومصادر

۱۔ سورۃ الحدید: ۵۷:۲۵

۲۔ قاسمی' اسلامی عدالت (اسلامی قوانین کا مجموعہ) قاسمی: مجاہد اسلام طبع لاہور' ادارہ معارف اسلامی ۱۹۹۱ء

۳۔ سورۃ المائدہ: ۵:۸ ۴۔ سورۃ الانعام: ۴:۱۵۲ ۵۔ سورۃ البقرہ ۲:۲۸۲

۶۔ سورۃ المعارج: ۷۰:۳۳ ۷۔ سورۃ النساء ۴:۱۳۵ ۸۔ سورۃ البقرہ ۲:۲۸۳

۹۔ سورۃ البقرہ ۲:۱۴۰ ۱۰۔ سورۃ البقرہ ۲ : ۲۸۲ ۱۱۔ سورۃ النساء ۴:۱۳۵

۱۲۔ علی بن ابی بکر الہیثمی: مجمع الزوائد ۴/۲۰۰ طبع ۱۳۔ سورۃ البقرۃ ۲:۲۸۲

۱۴۔ سورۃ البقرہ ۲:۱۴۳ ۱۵۔ سورۃ البقرہ ۲:۲۸۲

۱۶۔ السرخسی' المبسوط ۱۶/۸۷ محمد بن احمد ادارۃ القرآن طبع کراچی ۱۴۱۰ء

۱۷۔ الطرابلسی' ابن الحسن علی بن خلیل علاؤ الدین' "معین الاحکام فیما یتردد بین الخصمین من الاحکام" ص ۴۹ مطبعہ المیمنیہ سطن

۱۸۔ "معین الاحکام" ص ۷۰ حوالہ مذکورہ بالا

۱۹۔ حوالہ مذکورہ بالا ۲۰۔ سورۃ یوسف :۱۲/۱۶۔۱۸! ۲۱۔ سورۃ التوبہ ۹: ۴۲

۲۲۔ احمد بن حنبل' المسند ص ۴۹ طبع بیروت (سطن)

۲۳۔ امام شمس الدین' ابوعبداللہ محمد بن ابوبکر بن ایوب الزرعی ایوب' المعروف بہ ابن القیم جوزی (مشتق اعلام الموقعین ۱/۸۱) طبع لاہور ' ترجمہ دین محمدی مصنف محمد بن ابراہیم

۲۴۔ حوالہ مذکورہ بالا ۲۵۔ سورۃ النحل : ۱۶ : ۱۹

ہیومیوڈاکٹر اصغرحسن، حافظ آباد

یہ منصب آپ کے لئے بھی............!

پیارے بچو! ماہنامہ الحق صرف بڑے بڑے جید علماء، فقہاء فضلاء کا جریدہ نہیں، بلکہ یہ ان بچوں کا رسالہ بھی ہے جو اپنی زندگی سنوارنے اور بڑے ہو کر نامور اسلامی سکالرز بننے کی خواہش رکھتے ہیں۔ اس وقت آپ کو الحق کی اگلی سیٹوں پر ثقیل الفاظ بولنے والے عالم فاضل لوگ بیٹھے نظر آتے ہیں، جن کی عالمانہ گفتگو آپ کو پوری طرح سمجھ میں نہیں آتی، لیکن پریشانی کی کوئی بات نہیں، آپ میرے ساتھ آئیں ہم الحق کی پچھلی سیٹوں پر بیٹھ کر آسان الفاظ میں بات چیت کرتے ہیں۔ مقصد علم حاصل کرنے اور زندگی سنوارنے کا ہے، اور یہ کام عام فہم الفاظ میں بھی ممکن ہے، آج کی اس معصوم اور پیاری سی پرکشش محفل میں ہم والدین کے درجات اور مناصب سے متعلق بات چیت کریں گے۔

کم سنی میں تمام بچے اپنے والدین کے محتاج ہوتے ہیں، اور عموماً والدین کی فرمانبرداری بھی کرتے ہیں، کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ والدین ہی ان کی ہر ضرورت کو پورا کر سکتے ہیں، وہ جانتے ہیں کہ والدین کے بغیر ان کی پرورش اور تعلیم و تربیت بھی ممکن نہیں، لیکن جب وہی بچے جوان خود مختار اور والدین بوڑھے، کمزور اور لاچار ہو جاتے ہیں، تو محتاجی اپنی جگہ تبدیل کر لیتی ہے، یعنی پہلے اولاد اپنے والدین کی محتاج ہوتی ہے بعد میں بوڑھے کمزور والدین اپنی جوان اولاد کے محتاج ہو جاتے ہیں محتاجی کی یہ تبدیلی خوشگوار بھی ہے، اور کہیں کہیں ناگوار بھی، اچھے اور اسلامی ماحول میں پرورش پانے والے بچے جوان ہو کر اپنے والدین کے ادب، احترام اور خدمت کا پورا پورا خیال رکھتے ہیں، اور گندے ماحول میں پروان چڑھنے والے نوجوان اپنے والدین کے نافرمان اور ان سے نفرت اور بغاوت کرتے نظر آتے ہیں، آپ نے ان احمق نوجوانوں کو بھی دیکھا ہوگا جو اپنے پرانی وضع کے والدین کا تعارف اپنے دوستوں سے کراتے ہوئے شرماتے ہیں، یہ تاریک اور گندے ماحول میں پرورش پانے کا نتیجہ ہے۔...... اولاد جیسی بھی ہو والدین کے دل میں اولاد کیلئے شفقت اور محبت کبھی ختم نہیں ہوتی، اس کائنات میں صرف والدین ہی تو ہیں جو اپنی تمام آسائشوں، راحتوں اور آرام وسکون کو اپنی اولاد کی تمام خوشیوں پر قربان کرتے ہیں، اولاد کیلئے والدین کا سچا پیار بلاشبہ ایک ٹھنڈی چھاؤں ہے جسکی بدولت اولاد مشکلات و مصائب اور کڑی دھوپ سے محفوظ رہ کر پرورش پاتی ہے۔...... جسطرح اللہ جل شانہٗ کی نعمتوں کا شمار ممکن نہیں بالکل اسی طرح اولاد پر والدین کے احسانات کو بھی شمار نہیں کیا جاسکتا، اسلیئے والدین بھی اولاد کیلئے اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہیں، اور پھر جو والدین اسلامی رجحان رکھتے ہوں، اور اپنی اولاد کی بہترین تعلیم و تربیت کے آرزومند ہوں انکا درجہ نہایت اعلیٰ ہے، اولاد اگر اپنے والدین کی خدمت کیلئے اپنی تمام زندگی بھی وقف کردے تب بھی انکی

خدمت کا حق ادا نہیں ہوسکتا' سمجھدار بچے اپنے والدین کے سامنے باادب رہتے ہوئے انکی خدمت اس خوبصورت انداز سے کرتے ہیں' کہ والدین کا دل اپنی اولاد کی فرض شناسی کو دیکھ کر نہایت مسرور' انکی آنکھیں پرنور اوران کے چہرے فخر سے پررونق نظر آتے ہیں' بلاشبہ والدین سے نرم لہجہ میں گفتگو کرنا' اورانکی ہرضرورت اور خواہش کو پورا کرنا بہت بڑی نیکی ہے۔...... مغرب کے لوگ جو خود کو ترقی یافتہ کہتے ہیں اپنے بوڑھے والدین کو اپنے گھر سے نکال کر بوڑھوں کیلئے قائم کردہ اداروں کے سپرد کردیتے ہیں۔ بالکل ایسے ہی جیسے کسی بیکار چیز کو کباڑی کی دوکان میں رکھ دیا جائے۔ اگر انکے ذہن اسلام کی روشنی سے منور ہوتے تو وہ کبھی ایسا نہ کرتے۔ جن بچوں کو ابتداء ہی سے والدین کی طرف سے اسلامی ماحول ملا ہے' وہ بہت خوش قسمت ہیں' صرف اور صرف اسلام ہی ایک ایسا پیارا مذہب ہے جو اولاد کو اللہ تعالیٰ کی عبادت اور رسول پاکؐ کی اطاعت کے بعد خدمتِ والدین پر زور دیتا ہے' یہ اسلام ہی کا درس ہے کہ والدین کی خدمت صرف انکی زندگی میں ہی نہیں بلکہ جب وہ اس دنیا سے ہمیشہ کیلئے چلے جائیں تو ایصال ثواب کے ذریعہ انکی خدمت کیجائے۔ بے شک والدین کی زندگی میں انکی سچے دل سے خدمت اور انکی وفات کے بعد ان کیلئے مغفرت کی دعا ہر انسان کی نجات کا باعث ہے۔...... والدین کے اعلیٰ درجات کا اندازہ اس سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ نماز میں والدین کیلئے بخشش کی دعا شامل کی گئی ہے تاکہ نماز کی ادائیگی کے وقت اللہ تعالیٰ کی عبادت کیساتھ ساتھ حیات یا مرحوم والدین کیلئے دعا بھی ہوتی رہے' قرآن پاک میں والدین کی اطاعت' خدمت اور حسنِ سلوک پر زور دیا گیا ہے۔ نبی کریمؐ کا ارشاد گرامی ہے کہ والدین کا نافرمان جنت کی خوشبو سے محروم رہے گا' نبی کریمؐ نے یہ بھی ارشاد فرمایا' کہ اگر کوئی شخص ایک بار بھی سچی محبت سے اپنے والدین کو دیکھ لے تو اسے حج کا ثواب ملے گا۔ ذرا سوچئے جو زندگی بھر والدین کی خدمت کو اپنا شعار بنائے رکھے وہ کس قدر ثواب کا حقدار ہوگا۔...... آپکی زندگی کا خاکہ تب خوبصورت تیار ہوگا جب آپ روزمرہ کی مصروفیات کے باوجود اپنے والدین کو نہ ان کی زندگی میں بھولیں' اور نہ انکی موت کے بعد۔ اللہ تعالیٰ' رسول پاکؐ اور والدین ان تین عظیم ہستیوں کی خوشنودی کا خیال اپنے قول وفعل میں رکھئے۔ پھر دیکھئے کس سرعت اور خوبصورتی سے آپکی زندگی میں نکھار پیدا ہوتا ہے' اور پھر اسی کی بدولت زندگی کو خوبصورت بنانے والی دیگر تمام بہترین خوبیاں' صفات اور مثبت عادات آپکے اندر خود بخود کس آسانی سے مسلسل پیدا ہوتی ہیں اور زندگی کی تمام آسائشیں کیسے آپکا مقدر بنتی ہیں' اور آپکی زندگی کا ہر گوشہ اور ہر پہلو کس قدر پرکشش نظر آتا ہے۔ آج آپ بچے ہیں' لیکن جب آپ بڑے ہونگے تو آپکا نام بھی والدین کی لسٹ میں آئیگا' گویا اللہ تعالیٰ کی طرف سے والدین کو عطا کردہ یہ منصب صرف ماضی اور حال کے والدین کیلئے نہیں بلکہ مستقبل کے والدین کیلئے بھی ہے' اگر آج آپ اپنے بہترین اخلاق وعادات کے ذریعے بہترین اولاد کے گروپ میں شامل ہونگے تو کل یقیناً آپکا نام بہترین والدین کی لسٹ میں آئیگا اور یہ تو آپ جانتے ہی ہیں کہ بہترین زندگی اسلامی تعلیم حاصل کرنے اور اسلامی اصولوں کو اپنائے بغیر ممکن نہیں۔

بحث و نظر
(آخری قسط)

مولانا مفتی مختار اللہ حقانی
مفتی و مدرس جامعہ دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

سادات اور بنو ہاشم کو زکوٰۃ دینے کی شرعی حیثیت

وفی شرح الآثار عن ابو حنیفۃؒ ان الصدقات کلھا جائزۃ علی بن ہاشم و اکرمۃ کانت فی نہر رسول اللہ ﷺ موصول خمس الخمس الیھم فلما سقط ذرک بموتہ ﷺ ملت لھم الصدقۃ قال للطحاویؒ وبالجواز نافذ (الاشباہ والنظائر شرح غمز عیون الابصار ۵۳/۲) وکذا روی ابو عصمۃ عن الامام ابی حنیفہ' رد المحتار علی در المختار' مگر اس جواز کے فتویٰ کی تشہیر مناسب نہیں' کہ تقریر میں لوگوں کو اس کی ترغیب دیا کریں (۷۲/۲) بلکہ بعض متمول اور صاحب استطاعت حضرات کو پوشیدگی میں بتلا دینا چاہیے کہ فلاں سید فقر و فاقہ کی حالت میں ہے اس کو آپ زکوٰۃ دے دیں۔

(مولانا ڈاکٹر) شیر علی شاہ'
اکوڑہ خٹک ۔ ۱۴۱۹/۳/۳ھ

الجواب صحیح
(مولانا) حسن جان پشاور

ام المدارس دار العلوم دیوبند کا فتویٰ

درہ آدم خیل کے مدرسہ تعلیم القرآن کا مذکورہ استفتاء' شیخ القرآن مولانا سید امیر حسین باچا صاحب مدظلہم نے دار العلوم دیوبند بھی بھیجا تھا تو انہوں نے بھی ان حالات کے پیش نظر جواز کا فتویٰ دیا جو آپ حضرات کے سامنے ہے۔

الجواب وباللہ والتوفیق:

حامداً ومصلیاً ومسلماً سادات کرام کے احترام کا مقتضیٰ تو یہی ہے' کہ صدقات نافلہ' ہبہ وغیرہ سے ان کی ضروریات پوری کی جائیں تاہم اگر حالات اقتصادی اس درجہ میں ہوں کہ جو سوال میں مذکور ہیں اور انکو زکوٰۃ دے دی جائے تو گنجائش ہے اگرچہ ظاہر الروایۃ کے خلاف ہے حضرت اقدس الحاج مولانا شاہ محمد انور شاہ صاحب کشمیریؒ نے فیض الباری میں اس پر خاصی تفصیل سے بحث فرمائی ہے۔ العرف الشذی میں یہی عمدہ کلام ہے فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

احقر محمود غفرلہ بلند شہری
دار العلوم دیوبند' ۱۴۱۹/۳/۱۵ھ

الجواب صحیح
حبیب الرحمان عفاء اللہ عنہ

قول ناقص: لہذا میری ناقص رائے میں بھی یہ بات آئی ہے کہ اس دور میں ان حالات اور ضروریات کو مدنظر

رکھتے ہوئے بنو ہاشم اور سادات کے لئے زکوٰۃ جائز ہونے کی گنجائش ہونی چاہیے اس لئے کہ اس دور میں سادات کے لئے زکوٰۃ کا دروازہ کھول کر ہی مقصد شریعت مقدسہ (سادات کو ذلت سے بچایا جائے) کی تکمیل ہو سکتی ہے کیونکہ لوگوں میں سادات کی اعانت اور امداد کا جذبہ مفقود ہو چکا ہے اور حکومتی سطح پر بھی ان کی کفالت کے لئے کوئی خاصہ انتظام نہیں۔ لہذا اب بھی اگر ان کو زکوٰۃ سے محروم رکھا جائے ایک طرف تو یہ لوگ زکوٰۃ کی ذلت سے بچ جائیں گے لیکن دوسری طرف ان کو بڑی ذلت اور رسوائی پر مجبور کیا جائے گا کہ وہ دوسروں کے سامنے دستِ سوال دراز کریں گے اور خصوصاً دینی مدارس میں ان پر تعلیم کا دروازہ ان کے لئے بند ہو جائے گا۔ اس لئے کہ مدارس دینیہ عموماً زکوٰۃ اور دیگر صدقات سے چلتے ہیں اور بلکہ دنیاوی تعلیم سے بھی محروم ہو جائیں گے اس لئے سکول اور کالج میں غریب طلباء کو جو سکالر شپ ملتا ہے وہ بھی زکوٰۃ ہی کی مد سے دیا جاتا ہے اسی طرح زندگی کے مختلف امور میں حکومتی امداد سے بھی محروم ہو جائیں گے اس لئے ہسپتالوں میں مفت علاج اور اس علاج کے لئے حکومت کی طرف سے معاونت بھی زکوٰۃ ہی کی مد سے ہوتی ہے۔ بیٹی کی شادی یا دیگر ضروریات میں معاونت کے طور پر حکومت جو مالی امداد کرتی ہے وہ بھی زکوٰۃ کی مد سے ہوتی ہے۔ لہذا اگر اس دور میں بھی ان کو زکوٰۃ سے محروم رکھا جائے تو غریب سید اور ہاشمی زندگی اور حیات کی تمام تر سہولیات سے محروم ہو جائیں گے اور اس کی تکمیل کے لئے وہ نئے نئے راستے تلاش کریں گے۔ لہذا آسانی اور سہولت اسی میں ہے کہ بنو ہاشم کے لئے زکوٰۃ جائز قرار دیا جائے اور اسی سہولت اور یسر کا آنحضرت ﷺ نے حکم بھی دیا ہے جب حضرت معاذ بن جبلؓ اور ابو موسیٰ اشعریؓ کو یمن روانہ فرما رہے تھے تو آپ ﷺ نے ان کو حکم دیا یسرا ولا تعسرا وبشرا ولا تنفرا (الحدیث) کہ تم دونوں لوگوں پر آسانی کرو ان پر سختی نہ کرو ان کو خوشخبری دو ان کو اسلام سے متنفر نہ کرو۔

اسی طرح آنحضرت ﷺ نے اپنے صحابہؓ کو حکم دیا تھا بشروا ولا تعسروا (الحدیث) کہ تم لوگوں پر آسانی کرو سختی نہ کرو۔ اسی طرح ایک اور مقام پر آپ ﷺ نے فرمایا ہے کہ لا تشددوا فیشدد اللہ علیکم (الحدیث) کہ تم سختی نہ کرو ورنہ اللہ تعالیٰ تم پر سختی فرما دے گا ان روایات سے معلوم ہوا کہ شریعت مقدسہ میں سختی کرنا ممنوع ہے ایک مفتی کے لئے یسر یہ ہے کہ وہ مستفتی کو اختلافی مسائل میں اس کے حال کے مطابق فتویٰ دے اور اس کو اس مشقت سے بچائے جو اسکی طاقت سے خارج ہو۔

موجودہ حال میں اسی مسئلہ میں بھی یہی کچھ ہے کہ اگر ظاہر الروایۃ کو دیکھتے ہوئے سادات علویین جن کی ایک شاخ اعوان بھی ہے اور اس طرح عباسی خاندان اور دیگر بنو ہاشم کو زکوٰۃ نہ دینے کا فتویٰ دیا جائے تو ان کے لئے

مشقت اور سختی ہے اور لوگوں پر بھی سختی ہے اس لئے لوگ اعوان خاندان کو زکوٰۃ دیتے ہیں اور وہ لوگ بھی زکوٰۃ کو بغیر چون وچرا کے لیتے ہیں' کسی کو پتہ بھی نہیں کہ اعوان خاندان بنو ہاشم میں داخل ہیں اور نہ کسی عالم دین نے اس کی تصریح کی ہے کہ قبیلہ اعوان کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں اور غالباً اسی کی وجہ یہ ہے کہ آج کل انسانوں میں علم انساب کا فقدان ہے غیر سید نے اپنے نام کے ساتھ شاہ کا اضافہ کیا اور بعد میں سادات میں شمار ہونے لگا' اسی طرح کسی نے اپنے نام کے ساتھ عباسی لکھا بعد میں ان کی تمام ذریت عباسی کہلانے لگی' اسی طرح کسی نے اپنا تخلص علوی رکھا بعد کے لوگ اس کے خاندان کو علوی سمجھنے لگے ہیں اور دنیا بھر میں ایسے بھی خاندان موجود ہیں کہ ان کے کسی بزرگ نے اپنے کسی پیر و مرشد جو ہاشمی تھا اپنے نام کے ساتھ محبت کی وجہ سے ہاشمی لکھ دیا اور آج اس کی اولاد کو ہاشمی سمجھا جاتا ہے' بعض لوگوں نے اپنے خاندان کو چھپانے کے لئے مشتر کہ طور پر اپنے آپ کو دوسرے خاندان کی طرف منسوب کیا اور بعد میں وہ لوگ اس منسوب شدہ خاندان کے نام سے مشہور ہوئے اور خصوصیت کے ساتھ یہ معاملہ ہندوستان میں بہت ہی پیش آیا اور یہ ایک حقیقت ہے کہ آج کل کے دور میں اور خصوصاً عجمیوں میں تو انساب عمومی طور پر ختم ہو چکے ہیں اس لئے عجمیوں میں حقیقی ہاشمین کا پتہ نہیں چلتا۔ تو ظاہر الروایہ کے مطابق فتویٰ سے وہ غرباء بھی پس جاتے ہیں۔ جو حقیقی ہاشمی نہیں بلکہ وہ تخلص یا کسی اور وجہ سے ہاشمی مشہور ہو چکے ہیں۔

تو اسی طرح بہت سارے غریب لوگ جو زکوٰۃ کے مستحق بھی ہیں زکوٰۃ لینے سے محروم ہو جائیں گے اور جو لوگ واقعی ہاشمی ہیں مگر انہیں سادات میں شمار نہیں کیا جاتا اور وہ زکوٰۃ لیتے ہیں تو حرام خور بن جائینگے اور جو لوگ انکو زکوٰۃ دیتے ہیں تو شرعاً ان کا زکوٰۃ ادا نہ ہوگی جس کی وجہ سے وہ زکوٰۃ کی عدم ادائیگی کی وجہ سے عند اللہ مجرم ہو جائیں گے۔

تو اس سختی' مشکلات اور مصائب سے لوگوں کو نکالنے کے لئے اہل علم حضرات سے التجاء ہے کہ وہ بھی اس مسئلہ کی سنگینی کو مدنظر رکھتے ہوئے اس پر مثبت انداز سے سوچیں' محقق دوراں شیخ الاسلام حضرت العلامہ مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ نے کئی برس پہلے اس مسئلہ کی سنگینی کو مدنظر رکھتے ہوئے اہل علم کو غور و فکر کی دعوت دی ہے کہ ہمارے زمانے کے فقہاء کو اس پر غور کرنا چاہیے کہ کیا اس دور میں بنو ہاشم میں فقر کی کثرت کو دیکھتے ہوئے امام ابوحنیفہ کی مذکورہ بالا روایت پر فتویٰ دیا جا سکتا ہے یا نہیں؟ (درس ترمذی ۲ر۴۸۰)

آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو سیدھی راہ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمیں زیغ و ضلال سے بچائے۔ امین